Tehkals.com
Learn & Teach

URDU

Class 10TH

NAME: ______________________________

F.NAME: ______________________________

CLASS:_____________ SECTION: _________

ROLL #: ______ SUBJECT: ______________

ADDRESS: ____

____

SCHOOL: ____

https://web.facebook.com/TehkalsDotCom/

https://tehkals.com/

فہرست

حصّہ نثر

۱ مولوی عبدالحق

۲ پرنانی

۳ علامہ اقبال کا تصورِ وطنیت

۴ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

۵ ایک کہانی بڑی پرانی

۶ ماں کی نصیحت

حصّہ نظم

۷ آزادی

۸ مزارِ قطب الدین ایبک

۹ نمودِ صبح

۱۰ کسان

۱۱ اے دیس کی ہواؤ

حصّہ غزل

۱۲ غزل ۱ (حسرت موہانی)

۱۳ غزل ۲ (حسرت موہانی)

۱۴ غزل ۱ (علی سکندر جگر مراد آبادی)

۱۵ غزل ۲ (علی سکندر جگر مراد آبادی)

۱۶ غزل ۱ (فراق گورکھپوری)

۱۷ غزل ۲ (فراق گورکھپوری)

اسلوب بیان کی خصوصیات:۔

خاکہ نگاری پر نوٹ:۔

فنی وفکری جائزہ/تنقیدی جائزہ:۔

شاہد احمد دہلوی

تعارف:۔ شاہد احمد دہلوی، مولوی نذیر احمد کے پوتے اور مولوی بشیر الدین کے بیٹے تھے۔

خاکہ نگاری:۔ شاہد احمد دہلوی ایک منفرد خاکہ نگار ہیں۔ اُن کے اُسلوب میں سچائی، ایمانداری اور شگفتگی جیسے عناصر پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک منفرد صاحبِ طرز خاکہ نگار ہیں۔ خاکہ لکھتے وقت وہ اپنی شخصیت کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ جس شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں اُس شخص کی خوبیاں اور خامیاں یکساں طور پر بیان کرتے ہیں۔

زبان وبیاں:۔ شاہد احمد دہلوی ایک ذی علم آدمی تھے۔اُنہیں دہلی کی ٹکسالی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اُن کا اندازِ بیان روزمرہ کی بول چال سے قریب ہے۔ سُبک اور تیز ہے۔

محاوروں کا استعمال:۔ وہ موقع کی مناسبت سے محاوروں کا استعمال کر کے اُسلوب میں زور پیدا کرتے ہیں۔ یہ اُن کا خاندانی وصف ہے۔ وہ دراصل نذیر احمد اور بشیر الدین کی روایات کے امین تھے۔

تصانیف:۔ شاہد احمد دہلوی کی تصانیف کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔گنجینۂ گوہر، بزمِ خوش نفساں خاکوں پر مشتمل ان کے مجموعے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال ۔۱ مولوی عبدالحق نے ریاست حیدر آباد دکن میں کیا خدمات انجام دیں؟

جواب۔ سبق کا عنوان: مولوی عبدالحق ، مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

مولوی عبدالحق نے ریاست حیدر آباد دکن میں اردو کے لیے اہم خدمات انجام دیں۔انہوں نے سب سے پہلے اپنی غیر معمولی ذہانت سے حیدر آباد کے تمام بڑے بڑے لوگوں کو اپنی مٹھی میں کر لیا تھا۔انجمن ترقی اُردو کو اتنا فروغ دیا کہ وہ سارے ہندوستان کے لیے اُردو کا مرکز بن گئی۔عثمانیہ یونیورسٹی کا منصوبہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یونیورسٹی میں ایک دارالترجمہ قائم کیا۔ جس میں اعلیٰ قابلیت کے مترجم جمع کئے جنہوں نے تمام علوم وفنون کو اُردو میں منتقل کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ اُردو بھی کامیاب ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے۔

سوال ۔۲ مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اُردو کا دفتر اورنگ آباد سے دِلی کیوں منتقل کیا؟

جواب۔ سبق کا عنوان: مولوی عبدالحق ، مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اُردو کا دفتر اورنگ آباد سے دِلی اس لیے منتقل کیا کہ ہندوؤں کے رہنما گاندھی اُردو کے دشمن بن گئے۔کیونکہ وہ ہندی زبان کو ہندوستان کی قومی زبان بنانا چاہتے تھے۔مولوی صاحب کو اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا۔اسی وجہ سے انہوں نے دریا گنج میں ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی کرائے پر لی اور اس کوٹھی میں انجمن کا دفتر منتقل کر دیا۔

سوال ۔۳ مولوی عبدالحق کو ''بابائے اُردو'' کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب۔ سبق کا عنوان: مولوی عبدالحق ، مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

مولوی عبدالحق نے اپنی ساری زندگی اُردو کی ترویج واشاعت کے لیے وقف کر دی۔انجمن ترقی اُردو کو ترقی دی اپنا کُل اثاثہ بھی انجمن کی نذر کر دیا اور انجمن کے کئی اخراجات اپنی پنشن سے پورے کئے۔آپ کی اُردو زبان کے لئے گراں قدر خدمات کی بدولت آپ کو ''بابائے اُردو'' کہا جاتا ہے۔

	محاورات	مفہوم	جملے
۱	ناک کا بال بن جانا	بہت عزیز ہونا	اپنے اعلیٰ اخلاق کے باعث عائشہ اپنی معلمات کی ناک کا بال بن چکی ہے۔
۲	ہاتھ بٹانا	مدد کرنا	گھر کے کاموں میں ملازموں کے ساتھ ہمیں بھی ہاتھ بٹانا چاہیے۔
۳	مٹھی میں کر لینا	قابو میں کر لینا	بعض لگ اپنی مکاری و ہوشیاری سے لوگوں کو اپنی مٹھی میں کر لیتے ہیں۔
۴	بکھیڑوں میں اُلجھنا	لڑائی جھگڑے میں پھنسنا	آئے دِن بکھیڑوں میں اُلجھنا منصور کی عادت بن چکی ہے۔
۵	پیشوائی کرنا	راہنمائی کرنا	احمد کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ اُس کے والد نے ہر کام میں اُس کی پیشوائی کی۔
۶	قدم جمانا	ٹھکانا بننا	کسی بھی قوم کے باہمی اختلاف کی وجہ سے دشمن کو قدم جمانے کا موقع مل جاتا ہے۔

سبقی اقتباس کی تشریح

عبارت:۔ گاندھی جی سے ٹکر لینے کے بعد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پنشن سے پورے کرتے تھے۔

حوالہ متن:۔ مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی ، سبق کا عنوان: مولوی عبدالحق ، ماخذ: بزمِ خوش نفساں ، صنفِ ادب :شخصی خاکہ

سیاق وسباق:۔

خاکہ نگاری نے ''بابائے اُردو ''مولوی عبدالحق کی زندگی ،شخصیت اور اُردو کی ترویج کے لیے کی جانے والی کوششوں کو بیان کیا ہے۔مولوی عبدالحق نے اورنگ آباد میں ''انجمن ترقیِ اُردو '' کا دفتر قائم کیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا منصوبہ اور اس میں دارالترجمہ قائم کیا۔جہاں تمام علوم وفنون کو اُردو میں منتقل کیا گیا اور یہ بات ثابت کر دی گئی کہ اُردو ایک بہترین ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے۔

وضاحت:۔

گاندھی جی (ہندوؤں کے رہنما) جب اُردو زبان کی مخالفت میں پوری طرح ڈٹ گئے اور ہندی زبان کو ہندوستان کی قومی زبان بنانے کے لیے میدان میں اُتر آئے۔تب مولوی عبدالحق صاحب نے اُردو زبان کو ہندوستان میں سنبھالنے اور اِسے فروغ دینے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔وہ اُردو زبان کو قومی زبان کا درجہ دینا چاہتے تھے۔گاندھی جی سے مخالفت کے بعد مولوی صاحب کو'' بابائے اُردو '' کہا جانے لگا۔آپ اُردو کی ترقی و اِشاعت کے لیے پر جوش انداز میں لڑتے رہے اور اُردو زبان کے کے فروغ کے لیے کسی سے ایک پیسہ تک طلب نہ کرتے۔اِن تمام کوششوں میں سرسید احمد خان آپ کے شانہ بشانہ تھے۔ اِس سلسلے میں آپ کی مدد کے لیے ملک بھر میں گھوم پھر کر چندہ جمع کرتے۔مگر مولوی صاحب کی خود دار طبیعت نے یہ گوارانہ کیا اور اُنھوں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ مجھے چندہ مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔اور یہ کام میرے بس میں نہیں۔اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ نے اپنی تمام پنشن انجمن کے لیے وقف کر دی۔تا کہ کسی سے مانگنے کی نوبت نہ آئے۔

جملہ اِسمیہ :۔

جس جملے کا مُسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوں۔اسے جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔جملہ اسمیہ کے تین بنیادی اجزا ہوتے ہیں۔

(۱) مُبتدا (۲) خبر (۳) فعلِ ناقص

مثال:۔ جواد دیانت دار ہے۔

جواد = مُبتدا

دیانت دار = خبر

ہے = فعلِ ناقص

جملہ فعلیہ :۔

جس جملے کا مُسند الیہ تو اسم ہو لیکن مُسند میں کوئی نہ کوئی فعل پایا جائے۔جملہ فعلیہ کہلاتا ہے۔

جملہ فعلیہ کے درج ذیل اجزا ہیں۔

(۱) فاعل (۲) علامتِ فاعل (۳) مفعول (۴)فعل

حرا = فاعل

نے = علامتِ فاعل

سبق = مفعول

پڑھا = فعل جملہ فعلیہ

سبق کا عنوان:۔ پرنانی صِنف:۔ شخصی خاکہ مصنف:۔اشرف صبوحی ادبی حیثیت:۔خاکہ نگار

تنقیدی جائزہ :۔

اشرف صبوحی

تعارف:۔ اصل نام سید ولی اشرف،تخلص صبوحی اور قلمی نام اشرف صبوحی۔

خاکہ نگاری:۔ خاکہ نگاری کے حوالے سے اُردو ادب میں اہم نام اشرف صبوحی کا ہے۔اشرف صبوحی نے اگرچہ افسانے بھی لکھے مگر خاکہ نگاری کے حوالے سے انہوں نے اسلوب و بیاں کے اعتبار سے ایک نئی سمت متعین کی۔

لب ولہجہ۔ اشرف صبوحی کو زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔لب ولہجہ میں دِل کشی ہے۔اور اندازِ بیاں سادہ ہے۔شیریں وشگفتہ فقرے تیز وطرار ہونے کے ساتھ ساتھ چست اور برجستہ ہیں۔

تشبیہات ومحاورات کا استعمال:۔ زبان وبیاں کی تمام خوبیوں کے ساتھ تشبیہات ومحاورات کا اکثر استعمال کرتے ہیں کہ جس کے ذریعے واضح صورت سامنے آجاتی ہے۔

ادبی کارنامے:۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کچھ لوگ جو یادِ ماضی کے طور پر رہ گئے تھے۔اُن کی تصویر کشی کی،ماہنامہ ''ساقی''میں مضامین لکھے ''ارمغان'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا،ریڈیو کے لیے تقریریں،ڈرامے،فیچر،بچوں کی کہانیاں بھی لکھیں۔اشرف صبوحی نے اپنے پیچھے علم وادب کا ایسا خزانہ چھوڑا ہے،جس سے آنے والی نسلیں ہمیشہ مستفید ہوتی رہیں گی۔

سوال:۔ خلافِ روزمرہ فقرے درست کریں۔

۱ آج صبح سے سر کے اندر درد ہو رہا ہے۔

آج صبح سے سر میں درد ہے۔

۲ اس کے سر کے اوپر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

اس کے سر پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

۳ فی الحقیقت میں دلائی ہبہ نامے کی تجوری تھی۔

فی الحقیقت دلائی ہبہ نامے کی تجوری تھی۔

۴ تم کبھی جھوٹ نہیں بولنا۔

تم کبھی جھوٹ مت بولنا۔

ان الفاظ وتراکیب کے معنی بتائیں:۔

	الفاظ	معانی
۱	کُنُم	خاندان
۲	فنا کی آندھی	موت
۳	ڈھنڈار مکان	ویران مکان
۴	تسلط	قابو
۵	بال پڑا مٹکا	بے کار چیز
۶	کم خواب وزربغت	قیمتی کپڑا جو سونے اور ریشم کی تار سے بُنا گیا ہو

	الفاظ	معانی
۸	مُرقع	سجا ہوا
۹	آثارِ قدیمہ	پرانی نشانیاں
۱۰	دقیانوسی خیال	پرانے خیال
۱۱	قبالہ	جائیداد، ملکیت کے کاغذات
۱۲	حلال خوری	حلال کھانا، پاکیزہ کھانا

سوال:۔ درج ذیل کو جملوں میں استعمال کریں:۔

	الفاظ	جملے
۱	خون میں اُبال آنا	اکلوتے پوتے کو دیکھتے ہی خون میں ایسا اُبال آیا کہ ساری جائیداد اُس کے نام کر دی۔
۲	اِللّے تللّے کرنا	ماں باپ کی جمع پونجی احمد نے اپنی بے وقوفی سے اِللّے تللّے کر دی۔
۳	آفتِ ناگہانی	ملک میں وباء ایک آفتِ ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑی ہے۔
۴	ناک میں دم کرنا	گرمی کی تعطیلات میں بچوں نے والدین کے ناک میں دم کر دیا۔
۵	بلائیں لینا	گمشدہ بیٹے کے مل جانے پر ماں نے بلائیں لی۔
۶	بڑھاپے میں مٹی خراب ہونا	نافرمان اولاد کی وجہ سے والدین کی بڑھاپے میں مٹی خراب ہوگئی۔
۷	مالِ مفت دلِ بے رحم	باپ کی دولت ہاتھ آتے ہی بیٹے نے مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق عیاشیوں میں اُڑا دی۔
۹	دقیانوسی خیال	والدین کی باتوں کو دقیانوسی خیال کرنا حماقت ہے۔

مندرجہ ذیل جملوں کی ترکیب نحوی کریں۔

حمید کا بھائی بیمار ہے۔

حمید	------------ مضاف الیہ	(مبتدا/ مسندالیہ)	
کا	------------ حروفِ اضافت		
بھائی	------------ خبر		مسند/ مسندالیہ مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔
ہے	------------ فعلِ ناقص	(مسند)	

عبداللہ اور شہریار نیک ہیں۔

عبداللہ	------------ معطوف الیہ	(مبتدا)	
اور	------------ حرفِ عطف	(مسندالیہ)	
شہریار	------------ معطوف		(جملہ اسمیہ)
نیک	------------ خبر	(مسند)	
ہیں	------------ فعلِ ناقص		

پاکیزہ نے پھول توڑا۔

پاکیزہ	------------ فاعل	(مسندالیہ)
نے	------------ علامت فاعل	

Tehkals.com Learn & Teach

توڑا ------------ فعل

طلحہ نے پودا لگایا۔

طلحہ ------------ فاعل (مسندالیہ)

نے ------------ علامتِ فاعل (جملہ فعلیہ)

پودا ------------ فعلول (مسند)

لگایا ------------ فعل

یہ آم میٹھا ہے۔

یہ ------------ اِسم اشارہ (مبتداء/ مسندالیہ)

آم ------------ مشارالیہ (خبر/ مسند)

میٹھا ------------ مشار جملہ اِسمیہ

ہے ------------ فعل ناقص

ہارون اور عامر عقل مند ہے۔

ہارون ------------ معطوف الیہ (مبتدا /مندالیہ)

اور ------------ حرفِ عطف

عامر ------------ معطوف

عقلمند ------------ خبر (مسند) جملہ اِسمیہ

ہیں ------------ فعلِ ناقص

سبق کا عنوان:۔ علامہ اِقبال کا تصورِ وطنیت صِنف ادب:۔ تحقیقی مضمون مصنف:۔ ڈاکٹر وحید قریشی ادبی حیثیت:۔ مضمون نگار

فنی وفکری جائزہ

اسلوب بیاں پرنوٹ

تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر وحید قریشی

تعارف:۔ ڈاکٹر وحید قریشی کا اصل نام عبدالوحید تھا۔ گجرانوالہ میں تعلیم پائی۔

تابغۂ روزگار ہستی:۔ وحید قریشی بیک وقت محقق، نقاد، مورخ، ماہر لسانیات ، ماہر ثقافت اور کالم نگار تھے۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت جہدِ مسلسل کی ایک داستان ہے۔

استدلالی انداز:۔ تحقیق میں اُنھوں نے استدلالی انداز اپنایا۔ اپنے مضامین میں وہ انتہائی عمیق مطالعہ سے کام لیتے ہیں اُنھوں نے منطقی انداز سے حقائق کی تلاش کا طریقہ اختیار کیا۔

ادبی خدمات:۔ اقبالیات پر ان کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے ۲۰۰۳ء میں اُنھیں اقبال ایوارڈ سے نوازا۔ نظریۂ پاکستان ، قائداعظم اور پاکستانی معاشرے کے حوالے سے کتب لکھیں۔ اُنھیں اُردو زبان سے بے پناہ محبت تھی۔ اُردو زبان کی ترویج اور عملی طور پر عمر بھر کوشش کرتے رہے۔

بحیثیت شاعر:۔ وہ ایک پُرگو شاعر بھی تھے۔ شاعری میں اُن کے تین مجموعے'' الواح '' '' نقدِ جاں'' اور'' ڈھلتی عمر کے نوحے ''منظر عام پر آ چکے ہیں۔

مشقی سوالات وجوابات

جواب۔ سبق کا عنوان: علامہ اقبال کا تصوّرِ وطنیت ، مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

۱ مغرب کا تصوّرِ وطنیت:۔ مغرب میں وطنیت کا تصوّر چند بنیادی اُمور پر مشتمل ہے۔ مغرب کے مختلف ملکوں کے قومی باشندوں کے لیے رنگ و نسل، زبان، جغرافیہ وہ اکائیاں ہیں۔ جن سے وہ اپنا قومی تشخص متعین کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ مغرب میں قومیت کی بنیاد ایک رنگ، نسل، ایک زبان اور جغرافیے کی قیود پر منحصر ہے۔

۲ اسلامی نظریہ قومیت:۔ اِسلامی نظریہ قومیت میں رنگ و نسل زبان کی کوئی قید نہیں۔ اسلامی نظریہ قومیت کے تحت ایک کلمہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے تمام لوگ ایک ہی قوم یعنی مسلمان تصور ہوں گے۔ خواہ وہ دنیا کے جس خطے میں آباد ہوں۔

سوال۔۲ اقبال زبان پرستی اور وطن پرستی کے کیوں مخالف تھے؟

جواب۔ سبق کا عنوان: علامہ اقبال کا تصوّرِ وطنیت ، مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

زبان پرستی:۔ علامہ اقبال زبان پرستی کے مخالف تھے۔ کیونکہ زبانیں صرف اظہار کا وسیلہ ہیں۔ بت نہیں کہ ان کی پُوجا کی جائے۔

وطن پرستی:۔ علامہ اقبال وطن پرستی کے بھی مخالف تھے۔ کیونکہ وطن پرستی دھرتی پوجا سکھاتی ہے۔ جغرافیائی حدود کا نظام انسان کا خود ساختہ ہے۔ جو بہت سے مسائل کو جنم دیتا ہے۔

سوال۔۳ اِس جملے کا مطلب واضح کریں؟ ’’اصل اہمیت زبانوں کو نہیں مطالب کو حاصل رہی‘‘

جواب۔ سبق کا عنوان: علامہ اقبال کا تصوّرِ وطنیت ، مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

اِس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ماضی میں عالمِ اِسلام میں زبانوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ زبان اظہار کا وسیلہ ہے۔ مقصد نہیں اگر مطلب دوسروں پر واضح ہو جائے۔ تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کہ زبان کون سی ہے۔

سوال۔۴ سورۃ الحجرات میں شعوب و قبائل کا اصل مقصد کیا بیان کیا گیا ہے؟

جواب۔ سبق کا عنوان: علامہ اقبال کا تصوّرِ وطنیت ، مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

سورۃ الحجرات میں شعوب و قبائل کا اصل مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذاتیں اور خاندان محض شناخت کے لیے ہیں۔ اصلی شرف و فضیلت کا معیار نسب نہیں تقویٰ ہے۔

الفاظ و تراکیب	مفہوم	جملے
نصب العین	اصل مقصد	ایک مومن کا نصب العین اِسلام کی سربلندی ہونا چاہیے۔
متصادم	ٹکرا جانے والا	اسلامی تعلیمات سے متصادم طرزِ زندگی ہلاکت کا باعث ہے۔
خدوخال	شکل و صورت	قوم کی پہچان وہاں کی تہذیب و ثقافت کے خدوخال سے ہی ہو جاتی ہے۔
دھرتی پوجا	وطن کی محبت	تاریخ میں بڑی بڑی جنگیں دھرتی پوجا کا ہی نتیجہ تھیں۔
تغیر و تبدل	تبدیلی/ انقلاب	زلزلوں کی وجہ سے سطحِ زمین میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔
لسانی اختلافات	زبان کی بنیاد پر اختلاف	قوموں میں لسانی اختلافات کے باعث اتفاق ناپید ہو جاتا ہے۔
سرچشمہ	پانی نکلنے کی جگہ /منبع/سوتا	قرآن پاک تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔
ثانوی حیثیت	دوسرے درجے کی حیثیت	آج بھی ہمارے ملک میں تعلیم کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔

محاوروں کی درستی کریں۔

۱ یہاں تو اُلٹی جمنا بہہ رہی ہے۔

یہاں تو اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔

۲ اُس نے تو اپنے پاؤں پر خود ہتھوڑا مارا ہے۔

Tehkals.com Learn & Teach

۳ ہر کوئی اپنا بھالو سیدھا کرنے میں لگا ہے۔
ہر کوئی اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں لگا ہے۔

۴ تم نے جیسے جلتی پر پانی ڈال دیا۔
تم نے جیسے جلتی پر تیل ڈال دیا۔

سبق کا عنوان:۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ صِنف :۔ افسانہ مصنف:۔ سجاد حیدر یلدرم ادبی حیثیت:۔ افسانہ نگار

افسانہ نگاری پر نوٹ

تنقیدی جائزہ

فنی وفکری جائزہ

''سجاد حیدر یلدرم ''

تعارف:۔ سجاد حیدر یلدرم ۱۸۸۰ء میں بنارس میں پیدا ہوئے۔کالج کے زمانے میں اچھے مقرر تھے۔شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔اُردو ادب میں ادبِ لطیف کے موجد ہیں۔

افسانہ نگاری:۔ سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں اور انشائیوں کا مجموعہ ''خیالستان'' اُردو ادب میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں خصوصیات ہیں۔

۱ **نفسیاتی نقطۂ نظر:۔** پہلی خصوصیات نفسیاتی نقطۂ نظر ہے۔جو افسانے کے ہر حصّے میں یکساں طور پر نمایاں رہتا ہے۔

۲ **رومانویت :۔** دوسری خصوصیت رومان ہے۔ وہ ایک رومانی افسانہ نگار ہیں۔خیالی پیکر بنانے اور اس کے گرد رومانی فضاء پیدا کرنے میں اُنھیں خاص کمال حاصل ہے۔ اُنھیں خاص کمال حاصل ہے۔

۳ **جذباتِ لطیف:۔** تیسری خصوصیت جذباتِ لطیف کی مصوری ہے۔ان کے کردار خوش مذاقی اور لطافت کے پرستار ہیں۔

دل کشی ونفاست:۔ سجاد حیدر یلدرم نے احساسات کے اظہار کے لیے ایک نئی زبان کو ترتیب دیا۔اُردو نثر کو وہ دلکشی اور نفاست عطا کی جو اس سے پہلے صرف نظم کا حصّہ تھی۔

اُردو میں ترجمہ:۔ سجاد حیدر یلدرم وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دوسری زبان کے افسانوں کو اُردو میں ترجمہ کر کے ہمارے ادب میں گراں بہا اضافے کئے۔

'' مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ '' افسانہ نما اِنشائیہ ہے۔جس کا خیال انگریزی سے لیا گیا لیکن نہایت چابکدستی سے کام لے کر یلدرم نے اسے یہاں کے ماحول میں ڈھال لیا۔دوست کی خیر خواہی میں احباب اس پر کیا کیا مظالم ڈھاتے ہیں۔اس کی یہ نہایت پر لطف فریاد ہے۔

مشقی سوالات وجوابات:۔

سوال۔۱ افسانے کے فقیر کا حلیہ بیان کریں:

جواب سبق کا عنوان:۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ مصنف:۔ سجاد حیدر یلدرم

افسانہ میں فقیر کا حلیہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس کا قد لمبا، جسم موٹا تازہ، چہرہ ایک حد تک خوب صورت ہوتا۔مگر بد معاشی اور بے حیائی نے صورت مسخ کردی تھی۔

سوال۔۲ فقیر کی صدا کا حال اپنے الفاظ میں لکھیں:

سبق کا عنوان:۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ مصنف:۔ سجاد حیدر یلدرم

جواب۔ **فقیر کی صدا:۔** افسانے میں فقیر چاندنی چوک میں بھیک مانگ رہا تھا اور بلند آواز سے اپنی بدنصیبی کا حال سنا رہا تھا۔کہ وہ سات بچوں کا باپ ہے اور روٹی کا محتاج ہے۔ بھیک مانگنا تھا۔وہ غریب الوطن تھا اور چاہتا تھا کہ کوئی اُسے اُس کے گھر پہنچادے۔حسرت سے صدا لگا رہا تھا کہ اُس کا کوئی دوست نہیں۔

سوال۔۳ فقیر کی صدا سُن کر افسانہ نگار کے دل میں کیا خیال پیدا ہوا؟

سبق کا عنوان:۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ مصنف:۔ سجاد حیدر یلدرم

موازنہ اپنی حالت سے کیا اور بہت سے اُمور میں اسے فقیر اپنے سے بہتر حالت میں نظر آیا یہ اور بات ہے کہ فقیر مفت خوری کے باعث ہٹا کٹا تھا۔ اُس کے چہرے پر بشاشت نمایاں تھی۔ سب سے بڑی اور تعجب کی بات جس پر فقیر تو نالاں تھا۔لیکن افسانہ نگار کو اس پر رشک آ رہا تھا کہ فقیر کا کوئی دوست نہیں، جسے فقیر مصیبت خیال کرتا ہے اصل میں اُس کے حق میں نعمت ہے۔ افسانہ نگار کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش اُس کا کوئی دوست نہ ہوتا۔

سوال ۔۴ افسانہ نگار اپنے دوستوں سے کیوں تنگ آ گیا تھا؟

جواب ۔ سبق کا عنوان :۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ صِنف :۔ افسانہ مصنف :۔ سجاد حیدر یلدرم ادبی حیثیت :۔ افقیر فسانہ نگار

مصنف چونکہ ایک افسانہ نگار ہیں۔ افسانہ لکھنے کے لیے تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ یکسوئی سے افسانے کا تانا بانا بُنا جاسکے۔لیکن افسانہ نگار کے دوست وقت بے وقت آ کر اُنھیں تنگ کرتے۔ ان کے خیالات کی دنیا کو چند لمحوں میں درہم برہم کر کے اپنی راہ لیتے۔

سوال ۔۵ مونث اور مذکر الفاظ الگ الگ کر لکھیں۔

مذکر : قول ، واسطہ ، جوش ،انکار

مونث: صدا ، حالت ،طبیعت ،ملاقات ،نعمت

الفاظ و تراکیب	جملے
حالتِ زار	ملک کی حالتِ زار دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔
غریب الوطن	ہمیں اپنے غریب الوطن لوگوں کی حتی الوسع مدد کرنی چاہیے۔
بشاشت	روز صبح کی ورزش سے سارا دن بشاشت محسوس ہوتی ہے۔
قابلِ رشک	قابلِ رشک ہے وہ انسان جو دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی بھی فکر کرتا ہے۔
قلم بند	مولانا شبلی نعمانی نے رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو ''سیرۃ النبی '' کے نام سے قلم بند کیا۔
جمِ غفیر	حادثے کے مقام پر لوگوں کے جمِ غفیر سے امدادی کاروائی تاخیر کا شکار ہوئی۔
شناسائی	برسوں کی شناسائی ہونے کے باوجود کچھ لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔
مصافحہ	خلوصِ دل سے مصافحہ کرنے سے رنجش دور ہو جاتی ہے۔

سوال ۔۷ غلط فقرات کو درست کر کے لکھیں۔

۱ یہ سنگِ مرمر کا پتھر ہے۔
یہ سنگِ مرمر ہے۔

۲ ابنِ بطوطہ ایک سیاہ تھا۔
ابنِ بطوطہ ایک سیاح تھا۔

۳ مالی نے گلِ نرگس کا پھول توڑا۔
مالی نے گلِ نرگس توڑا۔

۴ اکبر نے پانی پی لی ہے۔
اکبر نے پانی پی لیا ہے۔

۵ ہارون میرا ہم جماعتی ہے۔
ہارون میرا ہم جماعت ہے۔

سبق کا عنوان :۔ ایک کہانی بڑی پرانی ادبی صِنف :۔ افسانہ مصنفہ :۔ ہاجرہ مسرور ادبی حیثیت :۔ افسانہ نگار

افسانہ نگاری پر نوٹ

اسلوبِ بیاں پر نوٹ

ہاجرہ مسرور

تعارف:۔ ہاجرہ مسرور لکھنو میں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئیں۔قیامِ پاکستان کے بعد لاہور رہائش پذیر ہوئیں۔

افسانہ نگاری:۔ برصغیر کی تقسیم سے پہلے اُردو افسانے کی دنیا میں ہاجرہ مسرور کے افسانوں نے سب کو چونکا دیا ''اندھیرے اُجالے ''اور ''اُمتِ مرحوم'' ایسے شاہکار مجموعے ہیں جو اپنے موضوعات کے اعتبار سے کافی مقبول رہے ہیں۔

جذبات نگاری:۔ ہاجرہ کے افسانوں میں وہ خاموش جذبات ملتے ہیں۔جو مشرقی لڑکیوں کا مقدر ہیں۔ایک عورت ہونے کے ناتے سے ہاجرہ نے ایسے جذبات کو بڑی خوبصورتی سے قلم بند کیا ہے۔

اِنسان دوستی کا بیان:۔ ہاجرہ مسرور ترقی پسند تحریک سے بھی متاثر تھیں۔اسلیے ان کے افسانوں میں انسان دوستی بھی ملتی ہے اور جبر واستحصال کے خلاف بغاوت بھی۔ ہاجرہ چونکہ کے عام لوگوں کے مسائل سے آگاہ تھیں اور ان سے نبرد آزما بھی رہیں لہٰذا ان کے افسانے عوام دوستی اور انسان دوستی کی مثال ہیں۔

حکومتی اعزاز:۔ ہاجرہ مسرور کے سات افسانوں کے مجموعے منظرِ عام پر آئے حکومت نے اُنھیں صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی سے نوازا۔

مشقی سوالات و جوابات:۔

سوال۔۱ اس افسانے کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ ایک کہانی بڑی پرانی مصنفہ:۔ ہاجرہ مسرور

مرکزی خیال:۔ افسانہ ''ایک کہانی بڑی پرانی '' کا مرکزی خیال یہ ہے کہ میاں بیوی کے رشتے میں محبت، اعتماد، ہمدردی اور خلوص کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ دونوں کو صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیتے ہوئے چھوٹے موٹے اختلافات کو باہمی مشورے اور گفتگو سے حل کرنے چاہیئں۔ آپس میں مطابقت اور ہم آہنگی پیدا ہونا ضروری ہے بیرونی مداخلت یعنی رشتے داروں اور پڑوسیوں کو ہر بات بتانے سے اختلافات مزید بڑھتے ہیں۔

سوال۔۲ خاتونِ خانہ کے کردار کے بارے میں اظہارِ خیال کیجیے۔

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ ایک کہانی بڑی پرانی مصنفہ:۔ ہاجرہ مسرور

خاتونِ خانہ کا کردار:۔ اس افسانے کی مرکزی کردار خاتون یعنی بیوی اپنے خاوند کی ہمدرد اور کفایت شعار خاتون ہے۔ پیسہ پیسہ جوڑ کر گھر بنایا۔ گھر بسانے کی خاطر نوکری چھوڑ دی۔ شوہر کی سرد مہری اور بیماری کی وجہ سے چڑچڑی ہوگئی تھی۔ شوہر کے رویئے نے اُسے نفسیاتی مریض بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے گلے شکوے کیے جس سے حالات بدترین رُخ اختیار کر گئے۔

سوال۔۳ اِس افسانے سے آپ کیا سبق اخذ کرتے ہیں؟

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ ایک کہانی بڑی پرانی مصنفہ:۔ ہاجرہ مسرور

اِس افسانے سے یہ سبق اخذ کیا گیا ہے کہ انسان کو ہمیشہ صبر و تحمل اور ہوش و حواس سے کام لینا چاہیے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جن سے تلخی اور رنجش کا خدشہ ہو، نظر انداز کر دینی چاہیئں۔ خصوصًا میاں بیوی کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے کے مسائل اور جذبات کا خیال رکھتے ہوئے بغیر کسی کی مداخلت کے اختلافات کا حل ڈھونڈنا چاہیے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں اور خامیوں کا ذکر بار بار کرنا زندگی کے سفر کو ناخوشگوار بنا دیتا ہے۔

سوال۔۴ افسانہ نگار نے اس افسانے میں اِنسانی فطرت کی عکاسی کس طرح کی ہے ؟

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ ایک کہانی بڑی پرانی مصنفہ:۔ ہاجرہ مسرور

افسانہ نگار ہاجرہ مسرور نے اِس افسانے میں انسانی فطرت کی عکاسی کچھ اس طرح کی ہے کہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود دور اندیش نہ ہونے سے حالات کو نہیں سمجھا جاتا، خاتونِ خانہ نہ صرف زبان دراز بلکہ شکی مزاج بھی تھی۔ بات بات پر شوہر کو اپنی قربانیوں کا احساس جتلاتی، قصور شوہر کا بھی تھا وہ اسے گھر کے ایک اہم فرد ہونے کا احساس

سوال۔۵ آپ کے خیال میں ایسی ناپسندیدہ صورتِ حال سے بچنے کے لیے دونوں کرداروں کو کیا کرنا چاہیے تھا؟

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ ایک کہانی بڑی پرانی مصنفہ:۔ ہاجرہ مسرور

دونوں کرداروں کی عدم برداشت اور ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث ناپسندیدہ صورتِ حال پیش آئی۔ میاں بیوی کے درمیان اگر اعتماد اور بھروسہ ہوتا تو وہ ایک دوسرے کے مسائل اور شکایات کو سنتے، دوسروں کو مداخلت کا موقع نہ دیتے، تمام غلطیوں کا ازالہ کرتے تو ناپسندیدہ صورتِ حال پیش نہ آتی۔

مختصر مشقی سوالات وجوابات

سوال۔۱ کردار ''بیوی'' اپنے نوکر کو کیوں نکالنا چاہتی ہے؟ ایک ہی سطر میں جواب دیجیے۔

جواب۔ کردار ''بیوی'' کا خیال تھا کہ گھر کا سارا کام وہ خود کرتی ہے۔ وہ نوکر کے کام سے بھی مطمئن نہیں تھی۔

سوال۔۲ مرجاؤ گی تو چھٹی ہوجائے گی۔ پھر قدر ہوگی میری'' گھر میں اپنی ناقدری کی شکایت کرنے میں بیوی کس حد تک حق بجانب تھی؟ چند سطروں میں جواب دیں۔

جواب۔ بیوی کچھ حد تک حق بجانب تھی اُس کی ناقدری ہو رہی تھی۔ اس کا شوہر اُس کی پروا نہیں کرتا تھا اُسے بوجھ سمجھ کر گھر سے نکالنا چاہتا تھا۔

سوال۔۳ وہی چھلکتی سی نیم وا آنکھیں، بخار سے تمتمایا ہوا رنگ، سموسوں کی پلیٹ ان کے ہاتھ میں تھی۔ یہ جملہ کس کے متعلق ہے؟

جواب۔ یہ جملہ بیوی سے متعلق ہے۔ پڑوسیوں کے سامنے اپنی ناقدری، شوہر کا رویہ اور بخار کی وجہ سے آنسو چھلک رہے ہیں۔

سوال۔۴ کیا آپ کے خیال میں ایک دوسرے سے چھوٹی موٹی شکایتیں اور گلے شکوے محلے والوں اور رشتہ داروں کے سامنے بیان کرنا اخلاقی اور معاشرتی نقطہ نظر سے درست اور جائز کام ہے۔ مختصر جواب دیجیے۔

جواب۔ گھر کی باتیں محلے والوں اور رشتہ داروں کے سامنے بیان کرنے سے گھریلو ناچاقی اور فسادات برپا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہ اخلاقی یا معاشرتی نقطہ نظر سے درست اور جائز ہے۔

باپ لکھیا نہیں بھلا۔ ماں پسنہاری بھلی۔ ضرب المثل کا مفہوم واضح کریں۔

مفہوم: لکھ پتی اور مالدار باپ بچوں کی ویسی پرورش نہیں کرسکتا جتنا ایک غریب اور چکی پیسنے والی ماں کرتی ہے۔

اقتباسات کا مفہوم:۔

اقتباس:۔ پھر جانے کی دھمکی ---------------- دھمکیاں ہیں جانے کی

مفہوم:۔ خاتونِ خانہ نوکر کے کام سے مطمئن نہیں اس لئے نوکر سے مخاطب ہے کہ تمہارا خیال ہے کہ بیماری نے مجھے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے اور میں کوئی کام نہیں کرتا جبکہ اصل بات تو یہ ہے تمہارے تو بس دو تین کام ہیں۔ بازار سے سودا سلف لانا اور بچوں کو سکول سے لانا سارے کام تو میں نمٹاتی ہوں اوپر سے تمہاری دھمکی کہ نوکری چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

اقتباس:۔ واہ میری بھی ---------------- پرزے چل پڑے

مفہوم:۔ افسانے کی مرکزی کردار خاتونِ خانہ نے خود سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے گھر میں میری کوئی عزت ہی نہیں اب ان کی خوشامدیں کروں ان کے آگے پیچھے پھروں جیسے سارے گھر کا کام بخشو میاں (نوکر) ہی کر رہے ہوں۔ میں نے اپنی جان تھکا دی اور یہ صلہ ملا ہے۔ وہ خود کلامی کرتی ہوئی شوہر کے پیچھے چلی مگر وہ اپنی فائلیں اُٹھائے گھر سے باہر نکل گئے اور سکوٹر اس طرح سٹارٹ کیا کہ بیوی کو محسوس ہوا وہ لات بیوی کے ذہن پر ماردی ہو۔ جس سے اس کے دماغ کے سارے پُرزے ہل گئے۔

ضرب الامثال کا مطلب:

۱ ابھی دلّی دور ہے:۔

۲ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے:۔
دوست اور ہم راز جب دُشمن بن جائے تو خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

۳ رام رام جپنا، پرایا مال اپنا
زبان سے ایمان کا دعویٰ۔ مگر عملی طور پر بے ایمان ہونا۔

۴ زبانِ خلق کو نقارہ، خدا سمجھو
جو بات مشہور ہو جائے وہ سچ ہوتی ہے۔

سبق کا عنوان:۔ ماں کی نصیحت صنفِ ادب :۔ لوک کہانی مُترجَم :۔ اجمل نذیر ادبی حیثیت:۔ مُترجم
تنقیدی جائزہ

اجمل نذیر

تعارف:۔ اجمل نذیر نواں شہر ایبٹ آباد کے ایک مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ان کے آباؤاجداد دینی و دنیوی تعلیم و تدریس کے حوالے سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

شاعر و نقاد:۔ اجمل نذیر کا تعلق شعبۂ تدریس سے ہے۔ایک اچھے معلم کے ساتھ ساتھ شاعر و نقاد کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔سنجیدہ اور مزاحیہ دونوں انداز سے شاعری بھی کرتے ہیں اور نثر بھی لکھتے ہیں۔

اُردو تراجم:۔ قاضی ناصر بختیاری کی کتاب ''ہندکو لوک کہانڑیاں'' جو کہ ہزارہ یونیورسٹی نے شائع کی اس کتاب میں نہ صرف اجمل نذیر کا ادبی مقالہ شامل ہے۔بلکہ ان خوب صورت کہانیوں کا اُردو ترجمہ بھی انھوں نے کیا۔تاکہ ان کہانیوں کی خوب صورتی اور افادیت کو مزید اُجاگر کیا جاسکے۔تراجم میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

روانی و سلاست :۔ اجمل نذیر کی تحریروں میں روانی، سلاست اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ جدّت بھی پائی جاتی ہے۔شاعر و نثر نگار ہونے کے باعث دونوں میدانوں میں سادگی ان کی بڑی خصوصیت ہے۔

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیں۔

سوال۔۱ شیرنی کا بچہ ماں سے کس بات کی ضد کرتا تھا؟

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ماں کی نصیحت (لوک کہانی) مُترجم:۔اجمل نذیر

شیرنی کا ایک ہی بچہ تھا جو جوان ہو چکا تھا اور خود کو طاقتور سمجھتا تھا۔اور اپنا مارا ہوا شکار کھانا چاہتا تھا مگر ماں اسے اجازت نہیں دیتی تھی کہ شکار کے لیے صرف طاقت ہی کی نہیں ہوشیاری کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔بچہ ماں کی نصیحت سے سخت نالاں تھا اور اُسے نظر انداز کر کے شکار پر جانے کے لیے بضد تھا۔

سوال۔۲ شیرنی کے بچے نے اپنی ماں سے کیا وعدہ کیا اور کیوں؟

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ماں کی نصیحت (لوک کہانی) مُترجم:۔اجمل نذیر

شیرنی کی جانب سے شکار کی اجازت مل جانے پر شیرنی کے بچے کی خوشی دیدنی تھی مگر ماں نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ انسان سے بچ کر رہے کیوں کہ انسان بڑا چالاک اور عقل مند ہے۔انسان اپنی ہوشیاری سے ایسی تدبیر کرتا ہے کہ بڑے سے بڑے طاقتور جانوروں کو مار ڈالتا ہے۔شیرنی کے بچے نے ماں سے وعدہ تو کر لیا مگر دِل میں ٹھان لی کہ وہ اِنسان سے ہی اپنے شکار کی ابتدا کرے گا۔

سوال۔۳ اونٹ کو دیکھ کر شیرنی کے بچے نے کیا کہا؟

سبق کا عنوان:۔ماں کی نصیحت (لوک کہانی) مُترجم:۔اجمل نذیر

شیرنی کے بچے نے اُونٹ کو دیکھتے ہی اُسے اِنسان سمجھا اور کہا کہ او بدمعاش ! تو انسان ہے تو میرا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جا۔میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔اونٹ نے جواب دیا کہ میں انسان نہیں اِنسان تو مجھ سے بھی زیادہ طاقتور اور عقل مند ہے۔میں تو اس کا غلام ہوں۔مجھ پر بوجھ لادتا ہے۔میرا دودھ پیتا ہے اور میرا گوشت کھاتا ہے۔

سوال۔۴ ہاتھی نے اِنسان کے بارے میں کیا رائے دی؟

جواب۔ سبق کا عنوان:۔ماں کی نصیحت (لوک کہانی) مُترجم:۔اجمل نذیر

شیرنی کا بچہ اپنی طاقت پر نازاں تھا پہلا شکار اِنسان کا کرنا چاہتا تھا۔ہاتھی کی جسامت اور طاقت دیکھ کر اُسے اِنسان سمجھا لیکن ہاتھی نے اُسے بتایا کہ میں اِنسان نہیں ہوں۔اِنسان تو بہت طاقتور اور عقل مند ہے۔مجھ پر بوجھ لادتا ہے، میرے دانت توڑ کر ان سے گھر کی آرائش کے سامان بناتا ہے۔

سوال۔۵ انسان نے شیرنی کے بچے کو مارنے سے پہلے کیا یاد دلایا؟

سبق کا عنوان:۔ماں کی نصیحت (لوک کہانی) مُترجم:۔اجمل نذیر

شیرنی کا بچہ اپنی طاقت کے جوش میں ماں کی نصیحت بھول چکا تھا کہ ہر جانور کا شکار کرنا مگر اِنسان کا سامنا مت کرنا انسان انتہائی چالاک، طاقتور اور عقل مند ہوتا ہے۔ ماں کی نصیحت کو نظر انداز کرتے ہوئے اِنسان کا سامنا کیا اور اپنی ناتجربہ کاری اور نافرمانی کی وجہ سے اِنسان کی باتوں میں آگیا اور خود کو انسان کے آگے پیش کر دیا۔انسان نے شیرنی کے بچے کو درخت کے ساتھ مضبوطی سے باندھا جب کلہاڑی سے مارنے لگا تو اسے یاد دلایا کہ ماں باپ کی نصیحت میں اولاد کا بھلا ہوتا ہے۔جو ماں باپ کی نصیحت نہیں مانتے اُن کا انجام دردناک اور عبرتناک ہوتا ہے۔اِنسان نے کلہاڑی کے وار کر کے اُس کا کام تمام کر دیا۔

جملوں میں استعمال کریں:۔

الفاظ	جملے
زیرک	انسان زیرک ہونے کے ساتھ ساتھ طاقت ور بھی ہے۔
سہم	چڑیا گھر میں سانپ دیکھتے ہی بچہ سہم گیا۔
تشویش	بخار کی شدت اور طوالت نے فیصل کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔
نالاں	بیٹے کی نافرمانی اور زبان درازی سے والدین نالاں رہنے لگے۔
پنجہ آزمائی	پہلوان نے مخالف سے پنجہ آزمائی کی مگر شکست سے دوچار ہوا۔
للکار	مجاہدین اسلام کی للکار سے ہی دُشمن کانپ جاتے ہیں۔
گھٹنے ٹیکنا	گاندھی نے قائداعظم کی سیاسی بصیرت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔

سیاق وسباق کے حوالے سے عبارت کی وضاحت کریں:۔

عبارت:۔ شیرنی کا بچہ ماں سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شکار کو چل پڑا۔

حوالہ متن:۔ سبق کا عنوان:۔ماں کی نصیحت (لوک کہانی) مُترجم:۔اجمل نذیر

سیاق وسباق:۔ شیرنی کا بچہ اپنی طاقت، پھرتی پر کافی مغرور تھا وہ ہر روز اپنی ماں سے خود شکار کے لئے جانے کی ضد کرتا مگر ماں اُسے سمجھاتی وہ اتنا بڑا نہیں ہوا کہ خود شکار کر سکے کیوں کہ شکار کے لیے صرف طاقت اور جوش نہیں بلکہ ہوش مندی، تجربہ اور تربیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ بچے کی ضد کے آگے ماں نے اِس شرط پر اجازت دے دی کہ وہ کبھی اِنسان کا مقابلہ نہیں کرے گا۔کیوں کہ اِنسان انتہائی چالاک، اور عقل مند ہوتا ہے۔شیرنی کے بچے نے وعدہ تو کر لیا مگر دِل میں اِنسان کا سامنا کرنے کا اِرادہ کر لیا۔

وضاحت:۔ شیرنی کی طرف سے شکار کی اجازت مل جانے پر شیرنی کا بچہ بہت خوش ہوا۔ماں سے رُخصت ہو کر اپنی چستی، طاقت اور جوانی میں مست جنگل میں شکار کی تلاش میں نکل پڑا۔ دِل میں گمان تھا کہ کسی میں اتنی طاقت وجرات نہیں کہ کوئی بھی بڑے سے بڑا جانور اُس کے مقابلے میں آسکے اور اُسے شکست دے سکے۔ اِسی غرور اور جوش میں ماں کی نصیحت کو نظر انداز کر دیا اور اِنسان کا مقابلہ نہ کرنے کا وعدہ بھول گیا۔اُس نے اِرادہ کیا کہ وہ اپنا پہلا شکار اِنسان ہی کا کرے گا۔تاکہ سب پر اُس کی بہادری اور طاقت کا رعب بیٹھ جائے۔اپنے جوش اور طاقت کے غرور میں وہ اِنسان کی عقل مندی، تجربہ کاری اور ہوشیاری کو بھول گیا۔اِنسان کی تلاش کرنے کے دوران جنگل سے گزرتے ہوئے اُسکا سامنا بے شمار چھوٹے بڑے جانوروں سے ہوا مگر وہ اِنسان کی تلاش میں تھا تاکہ اُس کا شکار کر سکے۔

مرکزی خیال:۔ ماں باپ اولاد کا ہمیشہ بھلا چاہتے ہیں۔اولاد کو زمانے کی اونچ نیچ سکھاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس زندگی کا وسیع تجربہ ہوتا ہے۔مگر اولاد اپنے جوش

نظم کا عنوان:۔ آزادی شاعر کا نام:۔احسان دانش ماخذ:۔ فصلِ سلاسل

تنقیدی جائزہ

شاعری پر نوٹ

شاعرانہ خصوصیات

احسان دانش

تعارف:۔ نام احسان الحق،تخلص احسان،ادبی حلقوں میں احسان دانش کے نام سے مشہور ہیں۔

شاعری:۔ اِحسان دانش کی شاعری انسان دوست شاعری ہے۔شاعری کے بارے میں احسان دانش کا ایک خاص نقطہ نظر تھا۔ان کا خیال ہے کہ جذبات و واقعات اور خیالات کو عام فہم میں بیان کرنا چاہیے تا کہ خواص کے ساتھ ساتھ عوام بھی استفادہ کرسکیں۔

شاعرِ مزدور:۔ احسان دانش کی شاعری مزدور اور کسان کے تمام پہلوں پر محیط ہے۔ان کے اہم موضوعات ظلم وافلاس کے خلاف جہاد اور مزدور طبقے کی حالتِ زار کا بیان ہے۔نیز جاگیردار اور صنعت کار کے مظالم کا شعور بھی ہے۔اسی وجہ سے ان کو ''شاعرِ مزدور'' بھی کہا جاتا ہے۔

تشبیہات واستعارات کا استعمال:۔ احسان کو لطیف و نادر تشبیہات و استعارات کے استعمال پر بھی قدرت حاصل ہے۔اور بعض اچھوتی تشبیہات تو انہوں نے ایسی تلاش کی ہیں کہ جی خوش ہو جاتا ہے۔

سادگی وسلاست:۔ احسان کی زبان بڑی شگفتہ اور سادہ ہے سیدھے سادے مگر دل کش اور مانوس الفاظ استعمال کرتے ہیں۔جس سے زبان میں سلاست وصفائی پیدا ہوگئی ہے۔

غزل:۔ غزلیں بھی کافی کہیں مگر تغزّل کم ہے،غزل کی زبان بھی نہیں۔کچھ گیت بھی لکھے مگر امتیازی شان نہیں تاہم ان کی غزلوں میں جذبات کی آئینہ داری اور جدید دور کا کرب موجود ہے۔

اشعار کی تشریح

شعرا:۔ عبادت ہے-----------------------تحریر آزادی

حوالہ ءنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ روزِ آفرینش سے ہی انسان کو آزادی کا حق حاصل ہے۔آزادی کی عمارت کھڑی کرنا اس کی درستی کا جذبہ عبادت ہے۔

شاعر احسان دانش نے ایسے دور میں آنکھ کھولی جب آزادی کی تحریکیں زوروں پر تھیں۔جوانانِ وطن آزادی کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔

وطن کو باطل کی غلامی سے چھڑانا عبادت ہے۔شہیدا پنے لہو سے آزادی کے چراغ جلاتے ہیں۔شہیدوں کا سرخ خون خاک میں جزب ہوتا ہے تو آزادی کے پرچم لہراتے ہیں۔شہید کی موت قوم کی حیات ہے۔آزادی حاصل کرنے کے لیے جان قربان کرنا آزادی کی تحریر کا ایک قائم رہنے والا عنوان ہے۔غلامی ایک بہت بڑی لعنت ہے اور آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔

شعر۲:۔ جہاں آزاد-----------------------تحقیر آزادی

حوالہ ءنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ شاعر کے مطابق کہنے کو تو ملک آزاد ہے۔اور یہاں رہنے والوں کو پوری آزادی حاصل ہے۔لیکن یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔حصول آزادی کے بعد یہ لازم ہوتا ہے کہ قوم کے افراد کو تحریر اور تقریر کی آزادی حاصل ہو۔ذرائع ابلاغ یعنی اخبارات،ریڈیو،ٹیلی وژن آزاد ہوں۔تاکہ مبصرین حکومت کے اچھے اور برے تمام اقدامات پر بے لاگ تبصرے کرسکیں۔لیکن جس ملک کی زبانوں پر تالے پڑ جائیں۔صحت مند تنقید کی آزادی چھین جائے۔کسی ادارے کی کارکردگی پر آواز اٹھانا گناہ سمجھا جائے۔ایسے ملک کی آزادی کی توہین ہے۔آزاد ماحول میں سانس لینے کے باوجود عوام حق بات کے اظہار کا موقع نہ ملے تو یہ صحیح معنوں میں آزادی نہیں بلکہ آزادی کے نام پر کالا دھبّہ ہے۔

شعر۳:۔ فضائیں کر رہی-----------------------تاثیر آزادی

تشریح:۔ ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دے کر ہمارے لئے ایک آزاد وطن حاصل کیا۔ اُنھوں نے اپنا آج ہمارے کل کے لیے قربان کر دیا۔ اسی آزادی کا نتیجہ ہے۔ کہ آج وطن کی فضائیں ہمارے جوانوں میں ایثار اور عمل کا ذوق پیدا کر رہی ہیں۔ لوگوں میں آزادی حاصل کرنے کے لیے قربانی دینے کا شوق پیدا ہو رہا ہے۔ آزادی کا جذبہ شعلہ بن کر ہمارے خون کو گرماتا ہے۔ ہمارے وطن کی زمین اب بھی لاکھوں جوان ایسے پیدا کر رہی ہے جو وطن کے لیے قربان ہونا اولین فرض سمجھتے ہیں۔ اس وقت اگر عالمی قوتوں کی سازشوں کے سامنے ہمارے جوان سینہ تان کر کھڑے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آزادی اپنا اثر دِکھا رہی ہے۔

شعر۴:۔ جو کہنا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تفسیرِ آزادی

حوالہ ءِنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ اِس شعر میں شاعر آزادی کی اہمیت قرآن کے احکامات کی رو سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے۔ جس میں اللہ تعالٰی نے واضح طور پر آزادی سے متعلق بہت سی باتیں سمجھا دی ہیں۔ اسلام انسان کی فطری آزادی کو تسلیم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دین کے بارے میں قرآن نے فیصلہ فرما دیا کہ کسی کو زبردستی تلوار کے زور پر مسلمان نہیں بنانا، انسان کو حق اور باطل کے راستے سمجھا کہ انتخاب میں آزادی چھوڑ دیا ہے۔ تفسیریں کرنے والے قیامت تک اس میں بیان کی ہوئی باتوں کی وضاحت کرتے رہیں گے۔ کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جس میں معاشرے کے ہر طبقے کے حقوق اور آزادی کے بارے میں مکمل تفصیلات موجود ہیں۔

شعر۵:۔ لہو برسا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر تعمیرِ آزادی

حوالہ ءِنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر ۱۹۴۷ء میں وطن عزیز کی آزادی کے لیے کی جانے والی جدوجہد کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حصولِ آزادی کے لیے بہت سا خون خراب ہوا۔ بے شمار مشکلات، مصائب، اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری کا تھا۔ جو مسلمان مہاجرین بھارت سے پاکستان آرہے تھے۔ اُنہیں راستے میں لُوٹا گیا۔ قتل وغارت گری میں لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے جب بھاگے تو اپنے خاندانوں سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے۔ رشتے کٹ گئے۔ کسی کو خبر نہیں کہ ان کے رشتے دار پاکستان پہنچے یا شہید ہو گئے۔ اتنی قربانیاں دینے کے باوجود پیارے پاکستان میں آزادی کے ثمرات نظر نہیں آرہے۔

شعر۶:۔ تعجب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تصویرِ آزادی

حوالہ ءِنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ شاعر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے وطنِ عزیز کی آزادی کے لیے بے بہا قربانیاں پیش کیں۔ یہ عظیم قربانیاں اس لئے دی تھیں کہ ہم ترقی کرکے دنیا کی قوموں میں عزت کا مقام حاصل کرلیں ان کی قربانیوں کے نتیجے میں آزادی تو مل گئی لیکن ہم ہمت اور محنت کا درس بھول گئے آپس کے اختلافات نے ہمیں کمزور کر دیا۔ ذاتی مفادات کے لیے باطل طاقتور کے آگے ہاتھ پھیلانے لگے۔ ہم میں آزاد قوموں والی کوئی خودداری باقی نہ رہی۔ افسوس، آزادی کی جو تصویر ہمارے خون سے کھینچی گئی تھی وہ تصویر ہمارے دشمنوں کے ایوانوں کی زینت بڑھا رہی ہے۔ ہمارے غلام ذہن ۷۰ سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود آزادی حاصل نہ کر سکے۔ ہمارے بعد آزاد ہونے والی قومیں ترقی یافتہ ہو چکی ہیں۔

شعر۷:۔ تحیّر ہے کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تفسیر آزادی

حوالہ ءِنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ احسان دانش حیرت وافسوس کی کیفیت سے گزرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان ہم قرآن جو اللہ تعالٰی کا کلام ہے اور ہمارے لئے ضابطہء حیات ہے۔ اِس کے تقدس سے آگاہ ہیں ایک اِسلامی ملک میں رہتے ہوئے بھی ہم قرآن کی تعلیمات کو بھولتے چلے جا رہے ہیں۔ مقدس کتاب کو دیوار میں بنے ہوئے طاق میں رکھ کر بھول گئے ہیں۔ قرآن کو اپنے مسائل کے حل کے لیے ذریعہ سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ آزادی کے صحیح مفہوم کی وضاحت قرآن پاک سے بہتر اور کہیں نہیں۔ لیکن کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ وہ اس میں بیان کی گئی آزادی کا اصل مفہوم سمجھ سکے۔ ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے قرآن اور اس کی تعلیمات اور آزادی کے مفہوم کو بھلا کر اپنی قدر کھو دی۔

حوالہ ءنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ ہم نے لاکھوں قربانیوں کے بعد آزادی حاصل کر لی لیکن غور کیا جائے تو یہ آزادی برائے نام ہے۔آج بھی ہماری حیثیت قید خانوں میں پڑے اُن قیدیوں کی سی ہے۔جنہوں نے غلامی کے طاق اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں اور ہاتھوں اور پاؤں میں غلامی کی زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ بالکل اسی طرح آزادی کے باوجود ہمارے گلے میں غلامی کا طوق ہے۔جسم کی آزادی کے ساتھ ساتھ دل،ضمیر اور سوچ کی آزادی بھی ضروری ہے۔مگر ہمارے قید خانے کے دروازے پر آزادی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔جس سے ہماری آزادی کا اظہار ہوتا ہے۔

شعر:۔۹ تڑپ کر بزم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تنویر آزادی

حوالہ ءنظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان:۔آزادی شاعر کا نام:۔ احسان دانش

تشریح:۔ مقطع کے اِس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ آزادی ایک شمع کی مانند ہے اور مجاہد اس شمع کے پروانے ہیں۔پروانے شمع کی محبت میں جل مرنے کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔اور جانتے ہیں کہ ایک نہ ایک روز ضرور آزادی کی شمع کو حاصل کر لیں گے۔شاعر کے مطابق عوام اندھیروں سے نکلنا چاہتے ہیں۔وہ آزادی چاہتے ہیں مگر اُنھیں پرخلوص قیادت میسر نہیں۔آج بھی ہمیں ایسے مسیحا کی ضرورت ہے جو ہم میں وہی جذبہ پیدا کرلے جو قائداعظم،علامہ اقبال کے دور میں مسلمانوں میں تھا۔پوری قوم متحد ہوگی تو ہی آزادی کی بجھی قندیلوں میں روشنی ہوگی۔

مشقی سوالات وجوابات:۔

۱ آزادی کے حصول کے لیے قربانیوں کا اس نظم میں ذکر آیا ہے انھیں اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب۔ نظم کا عنوان: آزادی شاعر کا نام: احسان دانش

وطن کی آزادی کے لیے لاکھوں جانوں کی قربانی دینی پڑی تھی۔لہو بارش کی طرح برساتھا۔ماؤں نے اپنے لعل،بہنوں نے سجیلے بھائی قربان کیے۔ہجرت کی مصیبتوں کو برداشت کیا۔اپنے رشتے سے کٹ گئے۔مجاہدوں سے جیلیں بھر دی گئیں۔بے شمار قربانیوں کے صِلے میں پیارا وطن حاصل ہوا۔

----

۲ دوسرے شعر میں شاعر نے کون سی خاص بات بیان کی ہے؟

جواب۔ نظم کا عنوان: آزادی شاعر کا نام: احسان دانش

جہاں آزاد کرسکتے نہ ہوں تقریر آزادی وہ آزادی مری نظروں میں ہے پھر آزادی

ہمارے ملک کا نام ''اِسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔جمہوریت سے مراد اظہارِ رائے کی آزادی کا نام ہے۔جہاں لوگوں کو تقریر اور تحریر کی آزادی حاصل نہ ہو۔ حکومت کے غلط فیصلوں پر تنقید نہ کرسکتے ہوں یہ آزادی،آزادی نہیں بلکہ آزادی کی توہین ہے۔

سابقوں کی مدد سے الفاظ بنائیں:۔

(۱)پُرکیف ،پُرجوش (۲)بےنوا ،بےسبب (۳) غیراخلاق، غیرجانب دار (۴)خوش آئند ،خوش مزاج

مرکزی خیال:۔ آزادی کے لغوی معانی ہیں خود مختاری اور تمام اختیارات کا مالک ہونا۔اسلام وہ واحد مذہب ہے جو انسان کو معاشی،معاشرتی اور مذہبی اظہارِ رائے کی آزادی دیتا ہے۔افسوس ہمارا ملک آزادی حاصل کرلینے کے بعد بھی آزاد نہ ہوسکا۔جذبہ آزادی کے تحت وطن حاصل تو ہوگیا لیکن اب یہ جذبہ عوام وحکمران دونوں میں مفقود ہے۔بااختیار اور ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے ضروری ہے ہر کسی کو اختیار حاصل ہوں اور اسے جائز طریقے سے استعمال کرنے کی آزادی حاصل ہو۔

الفاظ	جملے بنائیں:۔
سراپا	حضور اکرم ﷺ تمام جہاں والوں کے لیے سراپا رحمت بن کر آئے۔
تحقیر	بدعنوان حکمران قابلِ تحقیر ہیں۔
طوق وسلاسل	طوق وسلاسل کی صعوبتوں کے بعد ہی آزادی کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

تاثیر باعمل واعظ کی نصیحت میں بہت تاثیر ہوتی ہے۔

قواعد کی رُو سے درج ذیل کس قسم کے مرکبات ہیں۔

ایثار و عمل ، طوق و سلاسل ،(یہ مرکب عطفی ہیں۔)

تقریر آزادی ، تنویر آزادی ، قرآن کے پردے (یہ مرکب اضافی ہیں)

نظم :۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

شاعرانہ خصوصیات / تنقیدی جائزہ / شاعری پر نوٹ :۔

حفیظ جالندھری

تعارف:۔ حفیظ جالندی کا اصل نام محمد حفیظ تھا۔ حفیظ تخلص اور ابوالاثر کنیت تھی۔

وہ عندلیب گلشن معنی ہوں اے حفیظ سوز سخن سے آگ لگا دوں بہار میں

قومی ترانہ:۔ حفیظ جالندھری کا سب سے بڑا کارنامہ پاکستان کے قومی ترانے کی تخلیق ہے۔ انھوں نے پاکستان کے لیے خوبصورت قومی ترانہ لکھا۔ آزاد کشمیر کا قومی ترانہ لکھنے کا شرف بھی حفیظ ہی کو حاصل ہے۔

شاعری:۔ حفیظ کی شاعری میں ترنم اور موسیقیت پائی جاتی ہے۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے پورا منظر قاری کے سامنے لے آتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں سوز و گداز اور کسک پائی جاتی ہے۔ تاثیر اور شیرینی کلام ان کی شاعری کے جوہر ہیں۔

فردوسیِ اِسلام:۔ حفیظ نے رسول پاک ﷺ خاتم النبین کی حیاتِ طیبہ کو ''شاہنامہ اِسلام'' کے عنوان سے منظوم کیا۔ اس طرح انھوں نے اسلام کی ابتدائی تاریخ کو موثر انداز سے پیش کر کے امتِ مسلمہ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی، اس لیے انھیں ''فردوسیِ اِسلام'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حسن و جذبات:۔ حفیظ شعراء کے اس دبستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس نے ہندی بحروں کو اُردو میں رائج کرنے اور شعر میں الفاظ کی نشست اور ترکیبوں سے ترنم اور حسن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی نظموں میں خیال کی رعنائی، جذبات کی فراوانی اور ترنم ریزی نے نئی پود کو بے حد متاثر کیا۔ ان میں پُر تاثیر نغمگی پائی جاتی ہے۔ حفیظ کی اس خصوصیات سے متاثر ہو کر تاثیر نے ان کی شاعری کو نغمہ شباب کہا ہے۔

اشعار کی تشریح

شعرا:۔ وہ قطب الدین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خوابِ غفلت سے

حوالہ نظم و شاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ قطب الدین ایبک وہ جری مسلمان تھا جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور طاقت سے ہندوستان میں مسلم حکومت کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دیا۔ جب ہر طرف مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہر طرف بدامنی مختلف مذاہب اور فرقوں سے تعلق رکھنے والے افراد مسلمانوں کو سرزمین ہند سے نکالنے کی تدابیر کر رہے تھے۔ ایسے حالات میں اسلام کے علمبردار اور مردِ مجاہد غازی قطب الدین نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سرزمین ہند پر امن اور اسلامی شریعت کی داغ بیل ڈالی۔ ایبک ایسا بارُعب جری تھا جس کی خوفناک تلوار سے بڑے بڑے ظالم و جابر ڈرتے تھے۔ اُس کی بہتر حکمت عملی کی وجہ سے میدانِ جنگ سے دشمن اپنا رخ پھیر لیتے تھے۔ ایبک نے اپنے طرزِ عمل اور جواں مردی سے مسلمانوں کے مردہ دلوں میں تازہ روح پھونک دی۔ مسلم سلطنت کے پہلے حکمران کی حیثیت سے ہندوستان کے لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگایا۔

شعر۲:۔ وہ جس کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افلاک ڈرتے تھے

حوالہ نظم و شاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے قطب الدین ایسا بہادر غازی مرد تھا کہ جس کی تلوار کو دیکھتے ہی دشمن ان کے عزائم کو بھانپ لیتے تھے۔ اور اُس کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے دشمن عناصر کے دل دہل جاتے تھے۔ اس نے اپنے ظالم اور بے رحم دشمنوں کو نیچا کر دکھایا۔ اس کے بازوؤں میں بڑی قوت اور طاقت تھی۔ ان بازوؤں

بڑا علاقہ فتح کرڈالا۔ وہ ایسا باکمال مردِ مجاہد تھا کہ دشمن کو دوبارہ ایبک کے سامنے سرکشی کرنے کی ہمت نہ رہتی تھی۔ تاریخ میں بےنظیر فتوحات حاصل کیں۔ اور اس طرح ہندوستان میں پہلا مسلم حکمران ہونے کا شرف اُن کو حاصل ہے۔

شعر۳:۔ یہاں لاہور ------------------- اسلام کوچے میں

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر تاسّف کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایبک جیسا بہادر جرنیل جس نے فتوحات کے لیے اور ملکی سالمیت کے لیے اپنی جان کی پرواہ تک نہ کی۔ آج وہ مردِ مجاہد لاہور کی ایک غیر معروف گلی میں آرام کر رہا ہے۔ لاہور شہر اپنے اندر لاتعداد تاریخ چھپائے ہوئے ہے یہ شہر بزرگانِ دین کا بھی مسکن رہا ہے۔ اہلیان لاہور کی فرمائش، مسلمانوں کی بقاء وسالمیت اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے ایبک لاہور قیام پذیر ہوئے اور پھر اسی شہر میں مدفن بھی ہوئے۔ شاعر اُن کی تُربت کو دیکھتے ہوئے افسردہ ہیں کہ جس نے ہندوستان میں اسلام کا سکہ بٹھایا اس کی تُربت اسلام کے باسیوں کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ شاعر دراصل اُن کی تُربت کو مثال بنا کر بتانا چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی اسلام کی سربلندی اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر کام کرنا ہوگا۔ (قیامِ پاکستان کے بعد صدر ایوب کے دور میں حفیظ جالندھری کی گزارش پر مجاہدِ اسلام ایبک کی تُربت کی مرمت وآرائش کی گئی آج یہ مقبرہ اسلام کی شان وشوکت سنبھالے کھڑا ہے)

شعر۴:۔ میں اکثر شہر ------------------- یہاں آکر

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور اُس سے وابستہ فرائض کی ادائیگی کے لیے شمع جلانے چاہتے ہیں تاکہ اسلام کی درست شکل دنیا کے سامنے واضح ہو سکے۔ موجودہ مسلمانوں کی حالتِ زار سے ناخوش ہو کر سکون کی تلاش میں ایبک کی تُربت پر آجاتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ سکونِ قلب کا سامان مجھے یہیں سے ملتا ہے۔ یہاں آکر میرے دل ودماغ میں ایک مسرّت جاگ جاتی ہے۔ اپنے اردگرد ہونے والے شور، ہنگاموں اور نفسانفسی کے عالم سے بیزار ہو چکا ہوں۔ اسلیے اس عظیم جرنیل کی تُربت میرے لیے سکون کا باعث بنتی ہے۔ تنہائی میں مجھے مسلمان قوم کی حالت پر سوچ وبچار اور شاعری کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

شعر۵:۔ تخیّل مجھ کو ------------------- انبوہِ انساں میں

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے مزار قطب الدین پر ایسے سکون کے ماحول میں تاریخ کے حالات وواقعات کو خیالات کے رُوپ میں ڈھال لیتا ہوں۔ مجھے میرا تصور ایک خوفناک میدان میں لے جاتا ہے۔ جہاں انسانوں کے مابین جنگ جاری ہے۔ اور حق وباطل کے درمیان جنگ کی وجہ سے بے پناہ انسانی جانیں تلف ہو رہی ہیں۔ بقول شاعر میں اپنے خیالات میں ایبک کے دورِ حکومت کی طرف چلا جاتا ہوں۔ جب مسلمانوں کا کردار بے مثال تھا۔ اتحاد واتفاق کے اِسلام بل بوتے پر اور اسلام کی بتائی ہوئی ڈگر پر چل کر مسلمانوں نے شاندار فتوحات کا سہرا اپنے سر سجایا تھا۔ شاعر موجودہ دور میں مسلمانوں کی سُستی، زوال دین سے دُوری کو دیکھتے ہوئے رنجیدہ ہیں۔

شعر۶:۔ نظر آتا ہے ------------------- اسلام کا جھنڈا

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر حفیظ جالندھری قطب الدین جرنیل عظیم فوج کے حوالے سے اُن کی عسکری جدوجہد کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں تخیّل کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ اس جری مجاہد کے لشکر آ رہے ہیں۔ ایک طرف قطب الدین ایبک کا لشکرِ جرار ہے اور دوسری طرف دشمن کا لشکر۔ اِس وسیع میدان اور لاتعداد لوگوں کے ہجوم میں مجھے اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ اسلامی جھنڈا مجھے یوں دِکھائی دیتا ہے۔ جیسے ہر طرف، ہر جگہ اسلام کا نور پھیل گیا ہو۔ شاعر نے اسلام کی فتح وکامرانی کا سنہرے دور کا نقشہ کھینچا ہے۔ جب اِس برصغیر پاک وہند میں اِسلام کا نور بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔

شعر۷:۔ مقابل میں گھٹائیں ------------------- اوجِ باطل کی

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ مجھے باطل کی افواج میدانِ ترائن میں نظر آتی ہے۔ تین لاکھ کا پرتھوی راج کا لشکر اسلام کے خلاف کھڑا ہے۔ لیکن اِسلامی نور کے آگے اُن کی کالی گھٹائیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ یہ شیطانی قوتیں دراصل اسلام کو نیچا دِکھانے اور فرعونیت کو رواج دینے کے لیے مسلمانوں کے مقابل میدان میں اُتری ہیں۔ باطل قوت کا راجا پرتھوی مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنا محکوم بنانے پر کمر بستہ ہے اور اس کی کوشش ہے۔ کہ اسلام کا ابدی علم اُس کے سامنے جھک جائے۔ جس جس طرح فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا عروج پر دکھائی دیا مگر ذلیل ورسوا ہوا اِسی طرح باطل اب بھی اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن قطب الدین ایبک اِن کالی گھٹاؤں اور فرعونیت کے راج کا خاتمہ اور اُن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملاتے میدانِ جنگ میں اُترا ہے۔

شعر۸:۔ صدائیں نعرہ ہائے ------------------- کانوں میں

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تخیل سے میدانِ جنگ کی مناظر دیکھتا ہوں کہ حق وباطل کی فوجیں میدان جنگ میں آمنے سامنے ہیں، ایک انوکھا شور سنائی دیتا ہے۔ مسلمانوں کی تکبیرات کے نعرے گونج رہے ہیں مسلمان ہندوستان میں کُفر کے اندھیرے ختم کرنے اور دین اسلام کا نور پھیلانے کے لیے پُرعزم ہیں اِسلام کی شکل میں اُن کی تقدیر بدلنے والی ہے۔ علم کے سائے میں نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں، یہ نعرہ مجاہدین اسلام کے جوش وخروش کو بڑھا رہا ہے۔ اسلام کا علم اور نعرہ تکبیر ہی مسلمانوں کی عظمت کا نشان ہے۔ دینِ حق کی یہ بارعب صدائیں دشمنوں کے دل دہلا دیتی ہیں۔

شعر۹:۔ نظر آتا ہے ------------------- چہرہ اُمیدوں کا

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ میرا تصورِ چشم مجھے میدانِ جنگ میں شہید ہونے والے اُن مجاہدین کے چہروں کی جانب متوجہ کر دیتا ہے جو حق و باطل کے معرکے میں اور اسلام کو زندہ و جاوید رکھنے کی کوشش میں اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ شہیدوں کے چہروں پر طمانیت کی جھلک ہے۔ ان کے حسین چہروں پر عظیم شہادت کی وجہ سے مسکراہٹ ہے۔ گویا وہ اس قابل فخر موت پر آرام وسکون کی نیند سوئے ہوئے ہیں، شہادت کا عظیم مرتبہ پانے پر مسکرا رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے فلاحِ دارین حاصل کر لی۔

شعر۱۰:۔ علم کے سائے ------------------- حجازی کا چڑھے جانا

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ قطب الدین کے مزار پر آکر میرے خیالات مجھے صدیوں پیچھے جنگ کے میدان میں لے جاتے ہیں۔ جہاں میں دیکھتا ہوں کہ مجاہدین مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو رہے ہیں۔ اسلامی جھنڈے کے سائے میں سلطان قطب الدین آگے ہی آگے بڑھتا ہے۔ اس کی راہنمائی میں اسلامی فوجیں دُشمنانِ باطل پر پے در پے حملے کر رہی ہیں اور اُنھیں شکست سے دوچار کر رہی ہیں۔ افواج حجازی سے مراد لشکرِ اسلام یعنی ایبک کا دستہ ہے۔ جو لشکر کفر کو روندتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ لشکرِ اسلام کی جرءات وبہادری نے چند گھنٹوں میں میدانِ جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ شاعر قرونِ وسطیٰ کی عظیم تاریخ سنا کر مسلمانوں کو ہر دم جہاد کے لیے تیار رکھنا چاہتے ہیں اور ان کے دلوں میں اپنے شاندار ماضی کے متعلق احساس فخر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

شعر۱۱:۔ مجھے محسوس ہوتا ------------------- فرد ہوں میں

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِ قطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر تصورات وتخیلات میں جوش وجذبے سے سرشار ہو کر خود کو اسلامی فوج کا ایک بہادر سپاہی خیال کرتا ہے۔ شاعر کے مطابق مجھے یوں لگتا ہے۔ جیسے میں اس جنگ میں شریک ہوں جو ہندوستان میں کُفر کے اندھیرے مٹانے کے لیے آیا ہے۔ جو باطل قوتوں کا سر خم کر رہا ہو۔ اور غیر اسلامی حکومت کے پرخچے اُڑا رہا ہو۔ مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں غلام قوم کا فرد نہیں بلکہ اس دور سے تعلق رکھتا ہوں جب مسلمان دنیا کی بڑی قوت تھے۔ عظیم مجاہد کی تُربت کو دیکھتے ہی شاعر کے دِل میں احساس پیدا ہوا کہ شوق شہادت میں اسلام کی سلامتی وبقاء کے لیے اپنا تن من دھن قربان کر دوں۔

شعر۱۲:۔ شہادت کے رجز ---------------------ارمانِ شہادت

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِقطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ قدیم دور کا طریقہءِ جنگ تھا کہ جب دونوں طرف سے لشکر ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے صف آراء ہوجاتے تو جنگ شروع ہونے سے پہلے جنگی ترانے پڑھتے تھے جس میں اپنی فوج کی تعریف اور کارنامے سنا کرانہیں جوش دلا جاتا تھا اور دشمن کو للکارا جاتا تھا۔شاعر کہتا ہے کہ جب میں قطب الدین کے مزار پرآتا ہوں تو میرے خیالات مجھے میدانِ جنگ میں لے جاتے ہیں جہاں اسلامی لشکر کفر کے لشکر سے برسرِ پیکار ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میں بھی جنگی ترانے پڑھتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں۔جذبہ ءِ جہاد اور شوقِ شہادت سے سرشار ہوکر آگے بڑھتے ہوئے ابدی زندگی حاصل کرلوں۔

شعر۱۳:۔ عظیم الشان -------------------مردانِ غازی کا

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِقطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ جب میں کفر واسلام کے درمیان لڑے جانے والے معرکوں میں پہنچ جاتا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے وہ عظمت والا اور پاک منظر ہوتا ہے۔ جب مجاہد صرف اللہ کی راہ میں لڑے اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر میدان جنگ میں آئے ہوئے ہیں۔ان مجاہدین نے نمود و نمائش میں اپنی زندگی بسر نہ کی بلکہ عاجزانہ زندگی گزار کر اپنے آنے والے لوگوں کو ہمت وجراءت کا درس دیا۔شاعر نے قطب الدین کو غازیانِ اسلام کی علامت کے طور پر چُنا ہے جو مسلمان راہِ حق میں شہید ہوئے ان کی پاکباز ہستیوں کو چشمِ تصور سے دیکھ کر شاعر فخر کا اظہار کرتا ہے۔

شعر۱۴:۔ مراجی چاہتا ہے-------------------اسی آزاد

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم:۔ مزارِقطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ جب میں سکون کی تلاش میں قطب الدین ایبک کے مزار پر جاتا ہوں۔تو میں بھی میدانِ جنگ میں خود کو مردِ مجاہد تصور کرتا ہوں۔میں تخیل میں جس آزاد اور پاکیزہ ماحول کا حصّہ بنا تھا تو میرا دِل چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ اسی ماحول کا حصّہ بنا رہوں۔کیونکہ اِسی میں مجھے ذہنی اور روحانی سکون ملتا ہے۔اسی آزاد دنیا کی فضاؤں میں کھو جاتا ہوں۔میں بھی مجاہدین کی طرح اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنا چاہتا ہوں۔کیوں کہ جہاد اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔

تراکیب کی وضاحت

پُرہول میدان:۔ ایسا میدان جس کو دیکھ کر ہیبت طاری ہوجائے۔میدان جنگ میں جب دو مخالف افواج مدمقابل ہوتی ہیں تو دہشت طاری کرنے کے لیے نعرے بلند کرتی ہیں۔گھوڑوں کی ٹاپوں اور تلواروں کی جھنکار سے فضا ہولناک منظر پیش کرتی ہے۔

فوجِ باطل:۔ باطل کُفر کو کہا جاتا ہے۔کافروں کی فوج جو کُفر کی سربلندی چاہتی ہو اور مسلمانوں کی دشمن ہو۔

فرعونی خدائی:۔ فرعون مصر کے قدیم بادشاہوں کا لقب ہے۔فرعونی خدائی کا مطلب حضرت موسیٰؑ سے دشمنی کرنے والے اور فرعون کو خدا سمجھنے والے ظالم اور سرکش لوگ ہیں۔یہاں فرعونی خدائی سے مراد پرتھوی راج کی فوج ہے۔

رجز پڑھنا:۔ میدان جنگ میں دشمن کو للکارتے ہوئے اپنی بہادری اور جنگی مہارت کے ترانے پڑھنا رجز کہلاتا ہے۔اِسے جنگی اشعار اور دعائیہ اشعار بھی کہتے ہیں۔

بلند آہنگ تکبیر:۔ نعرہءِ تکبیر (اللہ اکبر) وہ نعرہ ہے جو میدانِ جنگ میں مسلمان فوجیں دشمن فوج پر ہیبت طاری کرنے کے لیے لگاتی ہیں۔

شہیدوں کی خموشی:۔ مجاہدین دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہوجاتے ہیں۔میدان جنگ میں وہ خاک اور خون میں لتھڑے ہوئے خاموش اور پرسکون ابدی نیند سو رہے ہوتے ہیں۔

نظم ،مزارِقطب الدین ایبک کا مرکزی خیال :۔

نظم میں شاعر مسلمان ہستی قطب الدین ایبک کی مثال دے کر مسلمان قوم کو جہادِ آزادی کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں۔اوراُن کے دلوں میں اپنے شاندار ماضی لیے تیار کرنا چاہتے ہیں۔اوراُن کے دلوں میں اپنے شاندار ماضی کے متعلق احساسِ فخر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوکر کامل مومن بن جائیں تو دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی ہے۔اللہ پر یقین، خلوص اور مشکل وقت میں ثابت قدمی سے عظیم مجاہد ایبک نے فتوحات حاصل کیں اور کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔ہم نے غلامانہ سوچ کی وجہ سے سب کچھ کھو دیا۔ہمیں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

سوال۔ علم کے سائے میں سلطانِ غازی کا بڑھے جانا سرِ دشمن پہ افواجِ حجازی کا چڑھے جانا

جواب۔ اِس شعر میں ''سلطانِ غازی'' اور ''افواجِ حجازی'' سے کیا مراد ہے ؟

نظم :۔ مزارِقطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

سلطانِ غازی :۔ سلطانِ غازی سے مراد قطب الدین ایبک ہیں۔اپنی صلاحیتوں، ہمت، شجاعت اور نیک نیتی سے ہندوستان میں کُفر کو ختم کر کے مسلم ریاست کی بنیاد ڈالی۔

افواجِ حجازی :۔ افواجِ حجازی سے مراد لشکرِ اسلام ہے۔جس نے ترائن کی جنگ میں پرتھوی راج کو شکست دی۔یہ لشکرِ جرار اسلامی اُخوت، محافظِ ملت اور مجاہدین کا لشکر ہے۔

سوال۔ رجز پڑھنا سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ نظم :۔ مزارِقطب الدین ایبک ، شاعر:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری

رجز کے لغوی معنی ہیں جنگ میں پڑھے جانے والے اشعار، اسے جنگی ترانہ، جنگی اشعار اور دعائیہ بھی کہا جاتا ہے۔قدیم زمانے میں جنگ کے دوران فوج مخالف پر رعب اور دبدبہ ڈالنے کے لیے اپنی فوج کی بہادری اور کارناموں کی تعریف کرتے تھے جس نے جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

نظم کا عنوان: نمودِ صبح ، صِنف: مرثیہ ، از ماخوذ: مراثیِ انیس ،

شاعر کا نام: میر ببر علی انیس ، حیثیت: مرثیہ گو شاعر ، تصانیف: کلیاتِ میر انیس

مرثیہ :۔ ''مرثیہ'' عربی لفظ ہے، جس کے معانی رونے کے ہیں۔مرثیہ میں کسی مرنے والے کی مدح وتوصیف خوبیاں اور کارنامے نظم کی صورت میں بیان کئے جاتے ہیں۔عام طور پر واقعہ کربلا امام حسینؓ کی شہادت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

میر ببر علی انیس

فنی وفکری جائزہ / شاعرانہ خصوصیات / تنقیدی جائزہ

تعارف :۔ میر انیس فیض آباد میں پیدا ہوئے۔شاعری کا فن اُنھیں ورثے میں ملا۔والد مستحسن خلیق مشہور مرثیہ گو تھے اور آپ کے دادا میر حسن مثنوی کی دنیا کے عظیم شاعر ہیں۔ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں انیس

شاعری :۔ میر انیس نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا لیکن ان کی وجہ شہرت مرثیہ نگاری ہے۔وہ ایک پُر گو اور قادر الکلام شاعر تھے۔شعر وشاعری کے لیے جتنی باتیں ضروری ہیں وہ سب میر انیس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

تشبیہات واستعارات : میر انیس تشبیہات واستعارت کا استعمال بڑی مہارت سے کرتے ہیں۔فصاحت وبلاغت، الفاظ کا بہترین انتخاب اور نادر تشبیہات کا استعمال ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

تصویر کشی :۔ میر انیس کے مرثیوں میں کربلا سے وابستہ شخصیات، مناظر اور انسانی جذبات واحساسات کی بھرپور اور مکمل تصویر کشی ملتی ہے۔تصویر کشی کا کمال یہ ہے کہ نقشہ اصل کے مطابق ہو لیکن میر صاحب کی کھینچی ہوئی تصویر اصل سے بہتر ہو جاتی ہے۔

رزمیہ شاعری :۔ اُردو میں رزمیہ شاعری کی کمی کو انیس کے خاندان نے پورا کیا۔معرکہ کا زور وشور، نقاروں کی گرج، ہتھیاروں کی جھنکار، تلواروں کی چمک دمک وغیرہ کا بیان اس طرح ملتا ہے کہ سننے والوں کے کلیجے دہل جاتے ہیں۔

مبالغہ اور تصنّع:۔ انیس کے مرثیوں میں قصیدے کی شان وشوکت، غزل کا تغزل، مثنوی کا تسلسل اور رباعی کی بلاغت سب کچھ موجود ہے۔ اگرچہ انیس کے مرثیوں میں مبالغہ اور تصنّع پایا جاتا ہے مگر ان کی شعری خوبیاں اور اعتدال پسندی ان سب چیزوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر۱:۔ طے کر چکا جو ------------------------------ انوار ہو گیا

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: نمودِ صبح شاعر کا نام: میر ببر علی انیس

تشریح:۔ میر انیس کی یہ نظم ان کے مرثیے کا حصّہ ہے۔ جس میں اُنھوں نے میدانِ کربلا میں جہاں حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں نے خیمے ڈال رکھے تھے۔ صبح کے منظر کی تصویر کشی کی ہے۔ صحرائے کربلا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن صبح ہوتے ہی ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ شاعر نے صبح کو ایک قافلہ قرار دیا۔ جو حالتِ سفر میں ہے اور اس نے رات کی منزل طے کر لی ہے۔ یعنی رات گزر گئی اور صبح ہوگئی۔ اب'' اُفق ''یعنی اس جگہ سے جہاں زمین آسمان ملے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، صبح کی علامت یا نشانیاں ظاہر ہونی شروع ہوگئی ہیں۔ رات بھر آسمان پر چمکنے والے ستارے صبح کی روشنی پھیلتے ہی غائب ہو گئے۔ ہر طرف صبح کی نماز (نمازِ فجر) کے لیے مسجدوں سے اذان کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ نگاہوں سے تاریک اور اندھیری رات کا چہرہ غائب ہو گیا۔ تمام جہان روشنی سے جگمگا اُٹھا۔ ہر طرف سنہری روشنیاں بکھر گئیں۔ پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح گلزارِ شب خزاں ہوا، آئی بہارِ صبح

بند نمبر۲:۔ یوں گلشنِ فلک ------------------------------ غنچے نجوم کے

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: نمودِ صبح شاعر کا نام: میر ببر علی انیس

تشریح:۔ اس بند میں شاعر میر انیس طلوعِ صبح کی منظر کشی کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اگر آسمان کو ایک باغ تصور کر لیا جائے اور ستارے اس باغ کے پھول قرار پائیں تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں ستاروں کے پھولوں کا یہ باغ رات کے وقت ہی مہک کر اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ لیکن طلوعِ صبح کے ساتھ ہی یہ باغ ویران ہو گیا اور ستارے آسمان کے باغ سے اس طرح پوشیدہ ہوئے جیسے ایک مالی کسی باغ سے پھولوں کو چن لیتا ہے۔ ''گلِ مہتاب ''ایک خاص پھول ہے جو چاندنی میں کھلتا ہے۔ لیکن یہاں گلِ مہتاب سے مراد ''چاند'' ہے۔ گویا چاند کا پھول خزاں کی نذر ہو گیا۔ یعنی صبح کی روشنی ظاہر ہوتے ہی چاند کی چاندنی ختم ہوگئی۔ کہکشاں آسمان پر ستاروں کا جھرمٹ ہے۔ شاعر نے کہکشاں کو ایک شاخ سے تشبیہ دی ہے اور اس میں چمکنے والے ستارے اس شاخ پر لگے پھول اور پھل ہیں۔ صبح کی روشنی سے وہ کہکشاں بھی ماند اور مدھم پڑنے لگی۔ صبح کی ہوا تو بہت ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے مگر اس نے صحرا کی گرم ہوا کا کام دکھایا۔ جس کی وجہ سے ستاروں کے غنچے اور کلیاں مُرجھا گئیں۔

بند نمبر۳:۔ چھپنا وہ ماہتاب ------------------------------ قدرتِ حق ہر زبان پر

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: نمودِ صبح شاعر کا نام: میر ببر علی انیس

تشریح:۔ انیس کے کلام کی سب سے بڑی خوبی منظر نگاری ہے۔ اس بند میں انیس نے ۱۰محرم الحرام کو میدان کربلا کی صبح کا منظر منفرد انداز میں پیش کیا ہے کہ چاند آسمان کی وسعتوں پر پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اس کی ٹھنڈی روشنی زمین پر پڑتی رہی لیکن صبح ہوتے ہی اس کی روشنی ماند پڑ گئی۔ گویا چاند کہیں چھپ گیا ہو۔ صبح کا وقت بہت سہانا، روح پرور اور ایمان افروز ہوتا ہے۔ پورے ماحول اور فضا پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ خوش الحان پرندے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد میں مشغول ہیں۔ ان کا چہکنا دراصل عبادت ہی کی ایک صورت ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے دلوں کو فرحت بخش رہے ہیں۔ اور آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے۔ یہ ایسا روحانی اور ایمان افروز وقت تھا کہ زمین پر انسان، چرند، پرند، اور آسمان پر اللہ کی نوری مخلوق اپنے خالق کی حمد وثنا اور تعریف وتوصیف میں مصروف ہیں۔ سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم جاری تھے وہ جوان کی عبادت کی تھی رسوم

بند نمبر۴:۔ وہ سرخی شفق کی ------------------------------ وہ جھونکے نسیم کے

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: نمودِ صبح شاعر کا نام: میر ببر علی انیس

تشریح:۔ میر انیس اس بند میں صبح کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک اور حسین ودلفریب منظر پیش کرتے ہیں کہ آسمان پر شفق کی سرخی عجیب وغریب بہار کا سماں

کے قطرے یوں چمک رہے ہیں جیسے چمک دار موتی ہوں۔ پہاڑوں کے دامن میں ہر طرف پھول نظر آ رہے ہیں۔جس نے ماحول کو خوبصورت اور معطر بنا دیا ہے۔ خوشبودار ہوا سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید پھولوں نے اپنے نافے کھول دیئے ہوں ''نافے'' سے مراد ایک تھیلی جو خاص قسم کے ہرن کے پیٹ پر ہوتی ہے۔اس میں خون جم جاتا ہے۔جو نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔صبح کی خوشگوار ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے دلوں کو ایک عجیب سرور اور خوشی بخش رہے ہیں۔

ہر سُو رواں تھے دشت میں جھونکے نسیم کے　　　　واتھے دریچے باغ بہشت نعیم کے

بند نمبر۵:۔　　تھی دشتِ کربلا ------------------------------سایہ بھی نور تھا۔

حوالہ نظم وشاعر:۔　　نظم کا عنوان: نمودِ صبح　　　　شاعر کا نام: میر ببر علی انیس

تشریح:۔　اس بند میں شاعر حضرت امام حسین اوران کے ساتھیوں نے یزیدی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔اس طرح اس صحرا کی زمین کا رتبہ اس قدر بلند ہوگیا کہ آسمان بھی اس کی عظمت پر رشک کرتا تھا۔یعنی وہ بھی اس بات کا خواہش مند تھا کہ میدانِ کربلا کی صورت اختیار کرے۔میدان میں میں دور دور تک چاند کی چاندنی کا دلفریب منظر اپنی بہار دکھا رہا تھا۔سورج کی کرنوں اور شعاعوں سے میدانِ کربلا کے ریت کے ذرے یوں چمک رہے تھے کہ ان پر آسمان کے ستاروں کا گمان ہوتا تھا۔نہر فرات (یا دریائے فرات،جس کے کنارے پر حضرت امام حسین نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خیمے نصب کئے) یوں معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کی کہکشاں یعنی ستاروں کا جھرمٹ ہے۔میدانِ کربلا میں جو بھی ہرا بھرا درخت تھا۔اس پر جب سورج کی کرنیں پڑتی تھیں تو وہ یوں محسوس ہوتا گویا کوہِ طور کا وہ درخت ہے۔جس پر تجلی الٰہی کا ظہور ہوا ہو۔الغرض ریگستان کا ہر پودا روشنی بکھر رہا تھا۔

(مشقی سوالات وجوابات)　درج ذیل تراکیب کا مفہوم بیان کریں:۔

	تراکیب	مفہوم
۱	صدائے اذانِ صبح	'' فجر کی اذان کی آواز '' مُراد دشتِ کربلا میں ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کی صبح اذان کی آواز کا گونجنا۔
۲	روئے شبِ تار	'' تاریک رات کا چہرہ '' مراد ہے وہ رات کی تاریکی جو ہر سو پھیل جاتی ہے زمین پر موجود ہر چیز پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔
۳	دامانِ کوہسار	'' پہاڑوں کا دامن '' ایسا پہاڑ جس کا دامن سبزے اور پھول دار پودوں سے بھرا ہو۔
۴	بادِ سحر	'' صبح کی ہوا '' صبح کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا جو خوش گوار اور فرحت بخش ہوتی ہے۔
۵	گلشنِ فلک	'' آسمان کا باغ '' مراد ستاروں سے بھرا ہوا آسمان، آسمان کو چمن اور ستاروں کو پھول کہا گیا ہے۔
۶	ثمر وشاخ کہکشاں	'' پھل اور کہکشاں کی شاخ '' کہکشاں ستاروں کے جھرمٹ کو کہتے ہیں لیکن یہاں مراد چاند اور ستاروں کی ہیں۔
۷	زمزمہ پردازیِ طیور	'' پرندوں کا گیت گانا '' پرندوں کا اللہ کی یاد میں حمد وثناء بیان کرنا۔شان وعظمت اور تعریف بیان کرنا۔
۸	ذکرِ قدرتِ حق	'' قدرت رکھنے والی ذات کا ذکر '' صبح کے نمودار ہوتے ہی تمام جاندار، چرند پرند انسان، ملائک محوِ ذکر الٰہی ہیں۔
۹	گہرہائے آبدار	'' چمک دار موتی '' پھولوں پر شبنم کے قطرے صبح کی روشنی میں موتی کی مانند چمک رہے ہیں۔

سوال۔۳　گل مہتاب پر خزاں کے آنے کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

گل مہتاب :۔　گل کا مطلب پھول اور مہتاب کا مطلب چاند ہے۔یعنی ایک خاص قسم کا سفید رنگ کا پھول جو چاند کی چاندنی میں کھلتا ہے۔

گل مہتاب پر خزاں آنے کا مفہوم:۔　چاند کو خوبصورت پھول سے تشبیہ دی گئی ہے۔رات کا وقت چاند کے لیے بہار کا موسم تھا لیکن صبح کی روشنی پھیلتے ہی چاند کی چاندنی مدھم پڑ گئی یعنی صبح کی روشنی چاند کے لیے خزاں کا موسم ثابت ہوئی۔

سوال۔۴　''نمودِ صبح '' کے آخری بند میں چند تشبیہات ہوا ہے۔ان کی نشان دہی کرتے ہوئے ارکانِ تشبیہ کی وضاحت کریں۔

تشبیہ:۔　کسی ایک چیز کو کسی خاص خوبی یا خامی کی وجہ سے کسی دوسری چیز کے مانند قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔

ارکان تشبیہ:۔　(۱) مشبہ　　(۲) مشبہ بہ　　(۳) وجہ تشبیہ　　(۴) حروفِ تشبیہ

(۱) مشبہ:۔　وہ چیز جس کو تشبیہ دی جائے۔　(۲) مشبہ بہ:۔　وہ چیز جس سے تشبیہ دی جائے۔　(۳) وجہ تشبیہ:۔ وہ مشترکہ صفت جو تشبیہ کا سبب بنی۔

نظم کے آخری بند میں تشبیہات کا استعمال:۔

ع: چھٹکے ہوئے ستاروں کا ذروں پہ تھا گمان ، نثر : ریت کے ذرے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔

مشبہ:۔ ریت کے ذرے، مشبہ بہ:۔ ستاروں ، وجہِ تشبیہ:۔ چمک ، حرفِ تشبیہ:۔ گماں

ع: نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں ، نثر : نہرِ فرات کہکشاں کی طرح چمک رہی تھی۔

مشبہ:۔ نہرِ فرات ، مشبہ بہ:۔ کہکشاں ، وجہِ تشبیہ:۔ چمک ، حرفِ تشبیہ:۔ مثل

سوال۔۵ صنعتِ تلمیح کی تعریف لکھیں اور کوئی تین مثالیں دیں۔

جواب۔ قواعد کی رو سے کلام میں ایسے الفاظ یا تراکیب لانا جو کسی قرآنی آیت، حدیثِ نبویؐ، تاریخی واقعے، داستان، روایتی کہانی یا ثقافتی روایت یا کسی علمی وفنی اصطلاح کی طرف اشارہ کرے'' تلمیح '' کہلاتا ہے۔

مثال نمبر۱۔ پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

مثال نمبر۲۔ زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گُل سو زر بکف قارون نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

مثال نمبر۳۔ آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نمرود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

سوال۔۶ استعارہ:۔ استعارہ کے لغوی معنی ہیں '' اُدھار لینا''، علم بیان کی اصطلاح میں جب کوئی لفظ اپنے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق پایا جائے''استعارہ'' کہلاتا ہے۔ (مثال) کوئی عالم فاضل شخص چراغ تو نہیں لیکن چراغ کی طرح علم کی روشنی پھیلاتا ہے۔

نظم میں استعارہ کی مثال:۔ یوں گلشنِ فلک سے ستارے ہوئے رواں '' گلشنِ فلک'' استعارہ ہے۔

نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

فنی وفکری جائزہ / شاعرانہ خصوصیات / تنقیدی جائزہ

جوش ملیح آبادی

تعارف:۔ شبیر حسن خاں نام، جوشؔ تخلص، شاعرِ انقلاب خطاب ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شبیر احمد خاں اور دادا دونوں صاحب دیوان شاعر تھے

شاعری:۔ جوش اپنے باغیانہ لہجے، آزاد فطرت اور بے پناہ ذخیرہ الفاظ کی وجہ سے اُردو شاعری میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اُنھیں شاعرِ فطرت، شاعرِ شباب شاعرِ انقلاب کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا۔

جوش کا تصوّرِ انقلاب: جوش کا تصورِ انقلاب سراسر رومانی ہے۔ جوش نے اپنی انقلابی اور اصلاحی نظموں سے تہلکہ مچادیا۔ غلامی کی زنجیروں کو توڑنا اور دعوت انقلاب دینا وہ اپنا مقدس فریضہ سمجھتے ہیں۔ اس دور کے لوگوں کو درپیش مسائل ان کے کلام کا حصّہ ہیں۔

مناظرِ فطرت:۔ مناظرِ فطرت پر جس کثرت سے جوش نے نظمیں لکھیں۔ ان کی مثال اُردو شاعری میں بہت کم ملتی ہے۔ برسات، شفق ،طلوع آفتاب، شام کا منظر، رات کا سماں ان کے محبوب مضامین ہیں۔ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں۔

قدرتِ بیاں:۔ قدرت بیاں ان کی امتیازی خصوصیات ہے۔ انیس اور نظیر کی طرح ان کے پاس لامحدود ذخیرۂ الفاظ ہیں۔ اندازِ بیان، جدّت، تشبیہات و استعارات میں ندرت اور زبان میں بے انتہا روانی ہے انھیں مرثیہ لکھنے پر بھی کامل عبور حاصل ہے۔

خواب کو جذبہءِ بیدار کیے دیتا ہوں قوم کے ہاتھ میں تلوار دیئے دیتا ہوں

اشعار کی تشریح:۔

شعر۱:۔ ناظرِ گُل ـــــــــــــــــ کھیتوں کا بادشاہ

انھیں پروان چڑھاتا ہے۔ ہر پھول پر اس کی نظر ہے۔ پھول کے رنگ اور خوشبو کا محافظ ہے اسی کی محنت سے گلزار مہکتے ہیں۔ کسان زمین کو جنت کا نمونہ بنا دیتا ہے۔ ہر وقت باغ کی رکھوالی کرنے والا اس کو ہر قسم کی تباہی اور بربادی سے بچانے والا کسان اپنی زندگی کھیت کی ہریالی کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ اُسے اپنے کھیتوں پر فخر ہے۔ ناز و نعمت میں پلی ہوئی اُس کی کھیتیاں جسکے لیے وہ اپنا خون پسینہ بہا دیتا ہے۔ وہ اکیلا اپنے کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کوئی دوسرا اُس پر اپنا حق نہیں جتا سکتا۔

شعر۲:- وارث اسرار ------------------- طبعِ نسیم

حوالہ نظم و شاعر:- نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:- اس شعر میں شاعر کسان کے عظیم کردار کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسان ایک ایسی انوکھی ہستی کا مالک ہے جو اللہ کی طرف سے دیئے گئے تجربے کے مطابق قدرت کے راز جان لیتا ہے۔ اللہ نے اپنے پوشیدہ رازوں کو کسان پر منکشف کیا ہے کہ کس طرح کس موسم میں بیج بونا ہے۔ زمین کیسے تیار کرنی ہے۔ کس فصل، درخت پودے یا پھول کے لیے کیا کیا ضروری ہوتا ہے۔ اسکی نظر بارشوں اور بادلوں پر بھی رہتی ہے۔ اسے یہ اُمید ہوتی ہے کہ وقت پر اچھی بارش ہو جائے تو پیداوار اچھی ہو گی لیکن ساتھ ہی یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ اگر اولے برسے یا وقت پر مناسب بارش نہ ہوئی تو فصل برباد ہو جائے گی۔ اس کی زندگی اُمید اور خوف کے درمیان گزرتی ہے۔ مگر وہ ہر حال میں مستقل مزاجی اور صبر و استقلال سے کام لیتا ہے۔ موسم کے تغیر و تبدل سے خوب واقف ہے۔ صبح کی ہوا کی تاثیر کا ادراک بھی رکھتا ہے۔ بارش کے آثار اور صبح کے وقت چلنے والی ہوا کے مزاج سے خوب واقف ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کسان کامیاب کاشتکار نہیں بن سکتا۔

شعر۳:- جلوۂ قدرت ----------------- تاب کا نورِ نگاہ

حوالہ نظم و شاعر:- نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:- اس شعر میں شاعر جوش ملیح آبادی کسان کی پُر تاثیر شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسان ہر لمحہ اللہ سبحان التعالیٰ کی قدرت کی شان و شوکت کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ کسان ہی اللہ کے جلوؤں اور فطرت کی خوبصورتی کا گواہ ہے۔ مناظرِ قدرت میں کتنا حسن ہے یہ صرف کسان ہی جان سکتا ہے۔ کیونکہ وہ دن رات اپنے کھیتوں میں کام کرتے ہوئے خدا کی قدرت کے نظارے دیکھتا ہے۔ کیسے سخت مٹی سے اللہ سبز پودے نکالتا اور پھر پھل اور پھول پیدا کرتا ہے۔ کسان راتوں کو اپنے کھیتوں کو پانی دیتا ہے۔ چاند اُس کو مصروفِ عمل دیکھتا ہے تو چاند کا دل بن جاتا ہے۔ گرمیوں میں جب سورج آگ برسا رہا ہوتا ہے تو کسان اس گرمی میں بھی ہل چلاتا ہے۔ گوڈی کرتا ہے۔ فصلوں کو کاٹتا ہے۔ اسلیے سورج کی بھی اس سے دوستی ہے۔ سورج اس کی فصلیں پکا دیتا ہے۔ اس کی پیداوار میں اضافہ کرتا ہے۔ چنانچہ کسان اپنی محنت کی وجہ سے سورج کا آنکھ کا نور بن جاتا ہے۔

شعر۴:- قلبِ آہن ------------------ کرنوں کا رفیق

حوالہ نظم و شاعر:- نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:- اس شعر میں شاعر کسان کی ہمت اور بلند حوصلے کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے مضبوط حوصلے کے سامنے ٹھہرنا نہایت مشکل ہوتا ہے قلبِ آہن یعنی لوہے کا دل یہاں مُراد سخت اور بنجر زمین ہے۔ جس کو کسان ہل چلا کر اپنی محنت سے نرم اور زرخیز بنا دیتا ہے۔ یہ کسان ہی کی محنت ہے کہ سخت مٹی بھی سونا اُگلنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ جُھلسا دینے والی گرمی اور گرم لُو میں بھی کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ جب لوگ سائے کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ کسان فصلوں کی کٹائی میں مصروف ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گرم لُو کا وہ ساتھی ہے۔ سورج کی کرنیں تیز دھار کی طرح بدن پر لگتی ہیں۔ لیکن کسان موسم کی سختی سے بے نیاز ہو کر کام میں مصروف ہوتا ہے۔ اور اس طرح وہ سورج کی تیز کرنوں کو بھی اپنا دوست بنا لیتا ہے۔

شعر۵:- ہر کھاتا ہے ------------------ کرنوں کا رفیق

حوالہ نظم و شاعر:- نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:- اس شعر میں شاعر جوش ملیح آبادی کسان کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسان دن رات کھیتوں میں محنت کرتا ہے۔ اسی کی محنت کا یہ ثمر ہے کہ انسانوں اور جانوروں کو خوراک کے ذخائر ملتے ہیں۔ کھیتوں میں اُگنے والی معمولی سے معمولی فصل بھی کسان کی محنت و لگن کا نتیجہ ہے۔ اُسی کی محنت سے خشک ٹہنیوں میں بھی جان پڑ جاتی ہے۔ یہ کسان ہی کی محنت ہے جس کی وجہ سے ہمیں دنیا میں چاروں طرف رنگ اور خوشبو کا سیلاب اُمڈتا نظر آتا ہے۔ کہیں زمین پر دور دور تک پھیلے سرسبز کھیت، کہیں پھولوں سے بھرے چمن، سبزہ زمین کا زیور اور فطرت کی حُسن کا آئینہ دار ہے۔ اور یہ حُسن کسان کے دل کی گرمی یعنی محنت کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے

شعر ۶:۔ دوڑتی ہے رات ------------------- نبضِ خاک پر

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:۔ شاعر کسان کی ہوش مندی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسان ساری عمر چوکس اور ہوشیار رہتا ہے۔ سخت محنت کے بعد جب وہ تھکا ماندہ گھر واپس جاتا ہے تو رات کے وقت بھی اس کی نظریں بار بار آسمان کی طرف اُٹھتی ہیں۔ آسمان کو بار بار دیکھنے کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اللہ سے اپنی محنت کے ضائع نہ ہونے کی دعائیں کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ بڑے شوق سے بادلوں کو دیکھتا ہے۔ اُسے اُمید ہوتی ہے کہ بارانِ رحمت سے گندم کے خوشے دانوں سے بھر جائیں گے اور فصل اچھی ہوگی۔ جبکہ دن کے وقت ایک ماہر طبیب یا ڈاکٹر کی طرح اس کی انگلیاں مٹی کی نبض پر رہتی ہیں وہ اس چیز کا بہت خیال رکھتا ہے کہ کھیت کو پانی دینے کی ضرورت ہے کہ نہیں اور کس موقع پر کتنا پانی دینا چاہیے۔ اور کب دینا ہے۔ اُسے فصلوں اور کھیتوں کی ضرورتوں کا پورا خیال ہوتا ہے۔ مٹی کو ہاتھ لگا کر سمجھ جاتا ہے کہ اس میں کتنی زرخیزی ہے۔

شعر ۷:۔ سرنگوں رہتی ہیں ------------------- کمر تہذیب کی

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ کسان محنت سے نہیں ڈرتا کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ محنت میں عظمت ہے۔ اسی کی محنت سے تہذیب وتمدن پروان چڑھتا ہے۔ موسم کی تبدیلی اور سختی پودوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ سخت سردی ہو یا شدید گرمی کھیتوں کے لیے مضر ہے۔ بارشوں کا منہ زور پانی زرخیز مٹی بہا لے جاتا ہے۔ یہ سب تخریبی قوتیں ہیں۔ لیکن کسان اپنے تجربے اور اپنی محنت کے بل بوتے پر تخریب کی ان قوتوں کو کھیتوں کے حق میں سودمند بنا لیتا ہے۔ مثلاً وہ کھیتوں کے کنارے پر پودے اور درخت ایسے لگا دیتا ہے جن کی جڑیں بارشوں کو زرخیز مٹی لے جانے سے روکتی ہیں۔ اِسطرح بارش کا پانی تخریب کی بجائے ہریالی کا سبب بن جاتا ہے۔ سخت گرمی گندم کی فصل پکاتی ہے۔ سخت سردی آئے تو پودوں کی پنیری پر پلاسٹک کے خیمے سے بنا لیتا ہے۔ اس طرح موسم کی تخریبی قوتیں زیر کر لیتا ہے۔ اچھی منصوبہ بندی کی وجہ سے معاشرے کو ترقی ملتی ہے۔ معیشت بہتر ہوتی ہے۔ تجارت ترقی پاتی ہے اور کسان کی محنت کی وجہ سے ہر طرف خوشحالی وترقی ہو جاتی ہے۔

شعر ۸:۔ جس کی محنت ------------------- تمدن کا چراغ

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ کسان کی محنت میں برکت ہے کہ آج دنیا کے اس باغ یعنی زندگی کو خوبصورت بنا دیا کسان دن رات کھیتوں میں کام کرتا ہے تو پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ ملک میں خوراک کی کوئی کمی نہیں آنے پاتی کسان کی محنت کی وجہ سے گھر بیٹھے لوگوں کو سہولت سے ہر پیداوار، سبزیاں، پھل، اناج میسر آجاتے ہیں، اگرچہ کسان خود اندھیرے میں زندگی گزار رہا ہے۔ یعنی غربت میں زندگی گزارتا ہے۔ مگر دنیا کی رنگینی، رسم ورواج اور تمدن کا چراغ کسان کے دم سے روشن ہے۔ کسان اپنی زندگی ملک وقوم اور اس کی خوشحالی کے لیے واقف کر دیتا ہے۔ اپنے مضبوط ہاتھوں سے زمین کا سینہ چیر کر پیداوار حاصل کرتا ہے۔ جس سے معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

شعر ۹:۔ دھوپ کے جُھلسے ------------------- جانب ہے رواں

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:۔ جوش نے کسان کی محنت اور شخصیت کی خوب صورت تصویر کشی کی ہے۔ کسان سارا دِن محنت اور مشقت کرتا ہے۔ موسم کی سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔ گرمی، سردی، دھوپ، چھاؤں اور بادو باران کا نہ ہی احساس ہوتا ہے اور نہ ہی پرواہ۔ گرمیوں کی تیز دھوپ میں کام کرنے سے اس کا چہرہ جُھلس جاتا ہے اور یہی چہرہ اس کی دن بھر کی محنت ومشقت کی گواہی دے رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر اطمینان ہے کہ اُس نے اپنا کام ختم کر لیا۔ دل سکون اور خوشی سے لبریز ہوتا ہے۔ کام ختم کرنے کے بعد کھیتوں سے منہ پھیر کر گھر کی جانب روانہ ہو جاتا ہے۔ جہاں وہ آرام کرتا ہے۔

شعر ۱۰:۔ ٹوکرا سر ------------------- مضبوط بل

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:۔ شاعر اس شعر میں کسان کے حلیے اور اوزار وآلات کا ذکر کرتے ہیں کہ دن بھر کی لگاتار محنت ومشقت کے بعد کسان اس انداز سے گھر کی طرف رواں

دواں ہے کہ اس کے سر پر ایک ٹوکرا ہے اور بغل میں پھاوڑا ہے۔ (کدال مٹی کھودنے کا آہنی آلہ) جس سے وہ کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ تھکاوٹ کی وجہ سے ماتھے پر بل پڑے ہیں جو اس کی محنت کی گواہی دیتے ہیں۔ اس کے آگے آگے اس کی وفادار بیلوں کا جوڑا ہے۔ جس کی مدد سے وہ کھیتوں میں ہل چلاتا ہے اور زمین کو نرم کرتا ہے اور کندھوں پر مضبوط رسی ہے۔ اس تمام حلیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسان کھیتوں میں مشقت کرنے کے بعد گھر واپس جا رہا ہے۔

تراکیب کا مفہوم

پاسبانِ رنگ و بو (رنگ اور خوشبو کی حفاظت کرنے والا) کسان کو رنگ و خوشبو کا رکھوالا کہا گیا ہے کیونکہ وہ کھیت کی پہرہ داری کرتے ہوئے اسے اسے چرند پرند اور حشرات الارض سے محفوظ رکھتا ہے۔

محرمِ اسرارِ باراں (بارش کے راز سے واقفیت رکھنے والا) کسان بارش اور بادلوں کے بارے میں اپنے تجربات سے درست اندازے لگا لیتا ہے۔

مہرِ عالم تاب (پوری دنیا کو روشن کرنے والا سورج) سورج کی حرارت اور روشنی سے کھیت نشو ونما پاتے ہیں۔ فصلیں پکتی ہیں۔

فاتحِ اُمید و بیم (اُمید سے مراد آرزو اور بیم سے مراد خوف) اُمید اور خوف پر فتح پانے والا، کھیتوں کی پیداوار سے بڑی اُمید بھی ہے لیکن آسمانی آفات، طوفان، اولے برسنے کا خوف بھی ہوتا ہے۔

سیلِ رنگ و بو (رنگ اور خوشبو کا سیلاب) فصل پکنے کے دوران سبزہ، پھل اور پھول فضا کو معطر کر دیتے ہیں۔ تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے کھیت رنگ و خوشبو کا سیلاب معلوم ہوتے ہیں۔

تمدن کا چراغ (تمدن سے مراد سماجی زندگی ہے) قوموں کے تمدن کا چراغ کسان ہے۔ کسان کی وجہ سے آسودگی اور خوشحالی آتی ہے۔

وارثِ اسرارِ فطرت (فطرت کے رازوں کا وارث) قدرتی رازوں سے واقفیت رکھنے والا۔ اللہ کی طرف سے دی ہوئی حکمت اور تجربے کی بنا پر موسموں کی تبدیلی سے واقف ہے۔

سوال۔۲ ''جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی'' اس مصرعے کی وضاحت کریں۔

جواب۔ نظم کا عنوان: کسان شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

مزدور کی محنت سے دنیا عیش کرتی ہے۔ کارخانے چلتے ہیں۔ طرح طرح کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔ جو عالمی منڈیوں میں بیچ کر زرمبادلہ کا سبب بنتی ہیں۔ مختصر یہ کہ دنیا کی ترقی ایک مزدور کی محنت کا نتیجہ ہے۔

سوال۔۳ قواعد کی رو سے کس قسم کے مرکبات ہیں۔

جواب۔ رنگ و بو (مرکب عطفی) ، قدرت کا شاہد (مرکب اضافی) ، تیز کرنوں (مرکب توصیفی) ، نبضِ خاک (مرکب اضافی)

نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی مِلّی نغمہ ازماخوذ ''جیوے جیوے پاکستان''

فنی و فکری جائزہ / شاعرانہ خصوصیات / تنقیدی جائزہ

جمیل الدین عالی

تعارف:۔ اصل نام مرزا جمیل الدین احمد خان ہے۔ قلمی نام جمیل الدین عالی ہے۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ایم۔اے تک تعلیم دہلی میں حاصل کی۔

شاعری:۔ بحیثیت شاعران کا مقام بہت بلند ہے۔ ہندی کے نرم و شیریں الفاظ، بول چال کا لب و لہجہ اور اندازِ بیان کی گھلاوٹ سے ان کے کلام میں ایک وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زبان و بیان پر انھیں پوری قدرت حاصل ہے۔ الفاظ کے حسنِ انتخاب اور تراکیب کی شگفتگی سے ان کے کلام میں ایک صوتی پیدا ہو جاتا ہے۔

وطن دوستی:۔ وطن دوستی ان کے کلام کی نمایاں خوبی ہے۔ ملی نغموں کے وہ مقبول شاعر ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں ان کے ملی نغمے پوری قوم کے دِلوں کی دھڑکن بن گئے تھے۔ '' اے وطن کے سجیلے جوانو '' نے کافی مقبولیت حاصل کی، پاکستان میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے لیے ''ہم مصطفوی مصطفوی ہیں'' لکھا۔ اس کے علاوہ غزل، گیت اور دوہے میں بڑا نام پایا۔

ساتھ بھی منسلک رہے۔ پچاس برس تک ہر ہفتے روزنامے جنگ میں ''نقار خانے میں'' کے عنوان سے کالم لکھتے رہے۔حکومت پاکستان نے ان کی کارکردگی کے اعتراف میں انھیں ہلال امتیاز اور تمغۂ حسنِ کارکردگی سے بھی نوازا ان کی لکھی گئی نظموں اور غزلوں کے گیارہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

اس بند میں شاعر نے پاکستان کی طرف سے سرحد پار یعنی کشمیر کا رخ کرنے والی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہا ہے اے میرے دیس کی ہواؤ! سرحد کے پار جو میرے بہن بھائی موجود ہیں ان کی خبر لو۔ وہ بھارت کے ظلم وستم سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جہاد کر رہے ہیں۔ وہ پاکستان کا حصّہ بننے کے لیے بے چین ہیں۔ شاعر پاکستان سے مقبوضہ کشمیر کی طرف چلنے والی ہواؤں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے وطن کی ہواؤ! سرحد کے پار جا کر وہاں کے کشمیری بہن بھائیوں کو میرا اسلام دینا۔ اس طرح ملنا کہ جیسے بچھڑے ہوئے دوست خلوص اور محبت سے ملتے ہیں۔

بند۲:۔ جن کے بدن کی ------------------ کانوں میں رس گئی

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ شاعر مقبوضہ کشمیر کی طرف جانے والی ہواؤں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے ہواؤ! وہاں جا کر کشمیری بہن بھائیوں کو سلام کہنا ہماری پوری قوم کو اپنے کشمیری بھائیوں کی فکر لاحق ہے۔ ہم سب ایک اُمت ہیں۔ مسلمان قوم ہیں۔ جو ایک بدن کی مانند ہیں۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ ہمارے کشمیری بھائی ہمیں بہت پیارے ہیں۔ ہم مل جل کر رہنا چاہتے ہیں۔ ہماری ہر سانس میں ان کے بدن کی گرمی موجود ہیں۔ ان کی نرم اور محبت بھری گفتگو ہمارے دلوں کے بہت قریب ہے۔ اور اُن کے جائز مطالبات کہ وہ امن چاہتے ہیں۔ ہمارے دلوں پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ آزادی کی اس کوشش میں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ شاعر خوبصورت الفاظ کا سہارا لے کر اہل وطن کے محبت بھرے جذبات کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

بند۳:۔ جو زندگی وطن ------------------ احسان کر رہے ہیں

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ اس بند میں شاعر مجاہدینِ اسلام دخترانِ ملت کی قربانیوں اور بلند حوصلوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بہادر کشمیری اپنے خون کے رنگ سے کشمیر کی برفانی چوٹیوں کو رنگین بنا رہے ہیں۔ پاکستان کا حصّہ بننے کے لیے مسلسل کوششیں کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی ان سے ملنے کے لیے بے قرار ہیں۔ ہم ان کی بہادری کو سلام پیش کرتے ہیں۔ ہم ان کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ مستقبل میں آنے والی نسلیں بھی ان کی قربانیوں اور احسانوں کو گواہی دیں گی۔ وطن کی آزادی کی خاطر اپنا تن، من، دھن سب قربان کر دیا۔ اُنھوں نے اپنا آج ہماری کل کی نسل کے لیے قربان کر دیا، ان کی قربانیوں کی وجہ سے آنے والی نسلیں آزاد اور اسلامی ملک میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکیں گے۔ کشمیریوں کی عظیم قربانیاں تاریخ کا حصّہ بنیں گی۔

بند۴:۔ وہ بے ریا ------------ جرم ناخدا کے

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ کشمیری عوام معصوم اور امن پسند ہیں، وہ کسی کے قبضے میں نہیں رہنا چاہتے بھارت سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کے لیے جو قربانیاں اور کوشش کر رہے ہیں اس میں کوئی ریاکاری، دکھاوا شامل نہیں اپنے جنت نما ملک کو بھارت کے غاصبانہ قبضے سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ کشمیری عوام نے اپنے وطن سے بہت وفا کی، ماؤں نے اپنے، بہنوں نے جوان بھائی جنگ کے شعلوں میں جھونک دیئے۔ ہزاروں بچوں نے یتیمی قبول کی مگر غلامانہ زندگی کسی صورت قبول نہیں کی۔ اِن تمام قربانیوں کے باوجود بھی اب تک وہ آزاد نہیں ہو سکے تو اِس میں قصور ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں کا ہے۔ ان کی نااہلی اور مفاد پرستی کی وجہ سے کشمیری آج تک آزادی حاصل نہ کر سکے۔ شاعر نے حکمرانوں کے لیے ناخدا کا لفظ استعمال کیا ہے جس طرح ایک ملاح کشتی کو سنبھال نہ سکے تو وہ لہروں کی تیز بہاؤ کی نذر ہو جاتی ہے اِسی طرح نااہل حکمرانوں کی وجہ سے مجاہدین کی آزادی کی کشتی بھنور میں پھنسی ہوئی ہے۔

بند۵:۔ ہاں اُن کو ------------------ باتیں ہزار کہنا

تشریح:۔ شاعر اس بند میں کشمیر کی طرف جانے والی ہواؤں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہواؤ! جب تم کشمیر جنت نظر پہنچو تو وہاں موجود میرے مسلمان بہن بھائیوں کو میرا اسلام کہنا اور ان کو بہت زیادہ پیار دینا۔ اُنھیں کہنا کہ آزادی کی اس جنگ میں وہ اکیلے نہیں بلکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ وہ ہمیں بہت عزیز ہیں۔ جو دل کے قریب ہوتے ہیں اُن کو سلام اور پیار بھیج کر انسان دِلی خوشی محسوس کرتا ہے۔ اے ہواؤ! اُن کے جذبات کو محسوس کرنا۔ اُن کی باتیں سننا اور اُن سے ہماری پیار بھری باتیں کہنا۔ ہمیں اُن سے ہمدردی ہے۔ شاعر ہوا کے ذریعے پیغام رسانی کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اور سرحد کے پار رہنے والے اپنے کشمیری بہن بھائیوں سے اپنی محبت بھرے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔

بند۶:۔ کہنا کہ تم ------------------- اللہ کے سہارے

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ کشمیر پاکستان کا حصّہ ہے لیکن بھارت نے اس پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ کشمیر کا رخ کرنے والی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے ہواؤ! جب تم کشمیر جاؤ تو ہمارے بہن بھائیوں سے کہنا کہ ہم اُنھیں اپنے ہی ملک پاکستان کا حصّہ سمجھتے ہیں۔ اس جنگ میں ان کے ساتھ ہیں، ہم اُن کے دکھ درد سے باخبر ہیں، ہم ان کے منتظر ہیں کہ کب وہ بھارت سے آزادی حاصل کر کے ہمارے ساتھ رہیں گے۔ ہم اُن کی سیاسی اور اخلاقی مدد جاری رکھیں گے۔ شاعر کشمیری عوام کو یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ دِن دور نہیں جب کشمیر پاکستان کا حصّہ بن جائے گا اور ہم سب مل کر رہیں گے۔ بھارت کا یہ قبضہ تادیر قائم نہیں رہ سکتا۔ مجاہدین کو ہر زمانے میں غیبی مدد ملتی رہے گی۔ کشمیر بھی اللہ کی مدد سے آزاد ہوگا۔ اللہ پر بھروسہ اور ثابت قدمی سے ایک دِن ایسا آئے گا جب کشمیری عوام ہم سے ملیں گے۔

بند۷:۔ کب تک ------------------- تاریخ کہہ رہی ہے۔

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ اس بند میں شاعر تاریخ کو گواہ بناتے ہوئے حقائق کا ذکر کرتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر عالمی مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ ہے جسے ۷۳ سال گزرنے کے باوجود اقوامِ متحدہ بھی حل نہیں کرا سکی نہ صرف یہ بلکہ اپنی منظور شدہ قراردادوں کو بھی نافذ نہ کرا سکی۔ شاعر مجاہدینِ کشمیر کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کب تک اس ۷۳ سے زائد عرصے کے تنازعے کو خاموش تماشائی بن کر دیکھتی رہے گی۔ دنیا والوں کو چاہیے کہ وہ بھارت کی اس ہٹ دھرمی اور مظالم کے خلاف آواز بلند کریں۔ شاعر وطن کی ہوا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارا پیغام سرحد کے اُس پار لے جاؤ ان سے کہنا کہ تمھاری آزادی کا ہمیں پختہ یقین ہے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کے نام پر آزادی حاصل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نصرت و کامرانی عطا کی ہے۔ یہ تاریک رات ختم ہو جائے گی اور آزادی کا سورج طلوع ہو جائے گا۔

بند۸:۔ تم اُمت محمدﷺ ------------------- ہم امتحان والے

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ شاعر اس بند میں کشمیر کی طرف جانے والی ہواؤں کو پیغام کا ذریعہ بناتے ہوئے اپنے پیارے اور بہادر کشمیری عوام کو یاد دلا رہے ہیں کہ جس طرح تم حضرت محمدﷺ کی اُمت ہو ہم بھی مسلمان ہیں۔ آپﷺ کو ماننے والے بڑے صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہیں صبر و تحمل کا مادہ تم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ تم تو بڑی شان والے ہو جو بھارتی ظلم و جبر برداشت کر رہے ہو۔ تم آزادی کے خواہاں اور امن پسند لوگ ہو۔ کسی امتحان سے نہیں گھبراتے ہو اور اگر اللہ نے ایک طرف تمہیں مشکل میں ڈالا ہے تو دوسری طرف ہمارا بھی امتحان لے رہا ہے۔ کہ ہم مسلمان کشمیری عوام کی مدد کرتے ہیں کہ نہیں۔ قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ دنیا میں اگر کہیں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو باقی مسلمان ممالک کا فرض ہے کہ وہ اُن مظلوم عوام کی مدد کریں۔ تو پھر اے میرے بھائیو! کشمیر تو ہمارا ہی حصّہ ہے، ہم پر تمہاری مدد کرنا فرض ہے۔ اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے اللہ کی نصرت کا انتظار کرو۔ انشاء اللہ بہت جلد آزادی تمہارا مقدر ہوگی۔

بند۹:۔ سب کچھ سہارتے ------------------- گزار لیں گے

حوالہ نظم وشاعر:۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:۔ شاعر اس بند میں کشمیر کی طرف جانے والی ہواؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جب تم سرحد کے پار جاؤ تو ہمارا یہ پیغام اُن تک پہنچا دینا کہ تم نے آزادی کی خاطر بہت قربانیاں دی ہیں، یہ تمام قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی، غلامی تمہارے مزاج کے خلاف ہے۔ تم آزادی کی زنجیر کو توڑنا چاہتے ہو اور آزادی حاصل کرنے کے لیے ہر تکلیف کو برداشت کر رہے ہو۔ شاعر اپنے مجاہدین کشمیر کو تسلی دیتے اور حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم بہت کٹھن حالات سے گزر رہے

جب پاکستان اور کشمیر کے لوگ مل کر رہیں گے۔ بس تھوڑے دن ہیں تنویرِ آزادی طلوع ہوگی اور بھارت پر زوال آئے گا۔ اور کشمیر آزادی کا جھنڈا لہرا کر سرخرو ہوجائیگا۔

بند۱۰:- اِک ہدیہءعقیدت ---------------- سب فسانہ

حوالہ نظم وشاعر:- نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

تشریح:- مقطع کے اِس بند میں شاعر اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ جمیل الدین عالی تو وطن کا شاعر ہے۔ ایک شاعر کو اپنی قوم کا چشم بینا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی شاعری میں قومی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ شاعر اپنے کلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عالی کا یہ ترانہ اُس گھنٹی کی آواز ہے جسے سُن کر ہمارا قافلہ آزادی کی منزل کی طرف تیز رفتار سے قدم بڑھائے گا۔ میری شاعری سُن کر میری قوم کے لوگ آزادی کے جذبے سے سرشار ہوجائیں گے اور کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے نکل پڑیں گے۔ بقول شاعر آزادی کی جنگ لڑنا ہمارا قرض ہے اور یہی ایک حقیقت ہے اس کے سوا باقی سب تو ایک افسانہ ہے فسانہ کسی خواب کی طرح ایک فرضی کہانی ہوتی ہے اور اس کے برعکس آزادی ایک حقیقت ہے۔ جسے ہم نے حاصل کرنا ہے

مشقی سوالات وجوابات

سوال۔۱ اس ملی نغمے میں شاعر نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لیے قربانیوں کا ذکر جس طرح کیا ہے۔ آپ اُنھیں اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

اِس ملی نغمے میں شاعر جمیل الدین عالی نے کشمیریوں کی قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک جتنے ادوار گزرے ہیں کشمیری عوام اپنی آزادی کے لیے خون بہا رہے ہیں جسطرح وہ جان ومال کی قربانی دے رہے ہیں۔ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ نوجوان نسل نہایت بہادری اور شجاعت سے دشمن کے مدمقابل کھڑے ہوکر اپنا حق مانگ رہے ہیں۔ شہیدوں کی یہ قربانیاں ضرور آزادی کا سورج طلوع کریں گی۔

سوال۔۲ شاعر دیس کی ہواؤں کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟

نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

شاعر جمیل الدین عالی اِس نظم کے ذریعے کشمیریوں سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ہواؤں کو پیغام دے رہے ہیں کہ اے ہواؤ ہمارا اسلام وہاں کے مسلمانوں کو دینا۔ ان سے کہنا کہ ہم اُن کے ساتھ ہر جنگ میں شریک ہیں۔ ہم اُن کے منتظر ہیں کہ وہ ہم سے ایک دِن آملیں گے۔ کشمیر پاکستان کا حصّہ بن کر رہیگا۔

سوال۔۳ ''تم ہم سے آملو گے تاریخ کہہ رہی ہے'' کا مطلب واضح کریں۔

جواب۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے اسلام کے نام پر باطل قوتوں کا مقابلہ کیا فتح اُن کا مقدر بنی برصغیر کے مسلمانوں نے تحریکِ آزادی چلائی اور اس میں ہر مسلمان نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تو پاکستان آزاد ہوا۔ اِسی طرح کشمیر میں رہنے والے مسلمان حصّول آزادی کے لیے ہر طرح کی قربانی دے رہے ہیں۔ ایک دن ضرور وہ آزادی حاصل کرلیں گے اور ہمارے ملک کا حصّہ بن جائیں گے۔

سوال۔۴ نسلیں کس بات کی گواہی دیں گی؟

جواب۔ نظم کا عنوان: اے دیس کی ہواؤ شاعر کا نام: جمیل الدین عالی

آنے والی نسلیں مجاہدینِ آزادی کی قربانیوں اور دُخترانِ ملت کے عزم وحوصلے کی گواہی دیں گے کہ بھارت کا کوئی ظالمانہ حربہ ان کی جذبہءآزادی کو دبا نہیں سکا۔ ہزاروں جوان وطن پر قربان ہوچکے ہیں، آنے والی نسلیں ضرور اِس بات کی گواہی دیں گی کہ جو آزادی اُنھیں میسر ہے وہ ان کے بزرگوں کی قربانیوں سے اُن تک پہنچی ہے۔

شاعرانہ خصوصیات/ غزل گوئی پر نوٹ / تنقیدی جائزہ:- (غزل نمبر۱ حسرت موہانی)

رئیس المتغزلین (حسرت موہانی)

بیان میں شگفتگی ہے ان کی شاعری ترنم اور موسیقیت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔

غزل گوئی:۔ حسرت نے شاعری کے لیے غزل کی صنف کا انتخاب کیا۔ اُنھوں نے روایت اور نئے تقاضوں کو ملا کر غزل میں وسعت پیدا کی۔ انکی غزل میں عشق و محبت کی رنگین فضا پائی جاتی ہے۔ ان کی طبیعت میں بے تابی، بے ساختگی، نکتہ آفرینی اور حسن و عشق کی مختلف کیفیات سے دلچسپی ہے جس کے اظہار کے لیے غزل کی صنف موزوں تھی۔

شعراء کا حسین امتزاج:۔ یوں تو حسرت نے ہر اُردو شاعر کا مطالعہ کیا۔ لیکن میر، مومن، جرات، نسیم وغیرہ کے گہرے اثرات قبول کئے۔ ان کی شاعری میں ان تمام شعراء کے انداز کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ جن استاد سے اُنھوں نے فیض پایا وہ اعتراف کرتے ہوئے خود کہتے ہیں۔

طبع حسرت نے اُٹھایا ہے ہر استاد سے فیض　　(غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن)

رئیس المتغزلین:۔ جدید غزل کے احیاء کا سہرا حسرت کے سر ہے۔ وہ بجا طور پر دنیائے ادب میں رئیس المتغزلین مشہور ہوئے۔ جب تک اُردو زبان کا وجود ہے۔ حسرت کا نام محسنین اُردو میں لیا جائیگا۔

شعر ا:۔ نگاہِ یار ------------------- نہ ناز کرے

شاعر: حسرت موہانی　　لقب: رئیس المتغزلین　　ماخذ: کلیات حسرت موہانی

تشریح:۔ حسرت موہانی کے کلام میں جذباتِ محبت کا بیان بہت خوبصورت انداز میں ملتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ محبت میں کامیابی بہت بڑی خوش قسمتی ہوتی ہے۔ شاعر کے مطابق میرا محبوب جس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے اُسے اپنی محبت میں گرفتار کر لیتا ہے۔ محبت کے اظہار کے لیے زبان کی ضرورت نہیں ہوتی آنکھوں سے ہی رشتے ناطے جوڑ لیے جاتے ہیں اور زبان سے اظہار کیے بغیر آنکھوں سے ہی عہد و پیماں ہو جاتے ہیں۔ خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے محبوب کی نگاہیں اپنے لطف و کرم کے لیے اُنھیں چن لیتی ہیں۔ انھیں اپنا ہمدم اور ہمراز بنا لیتی ہیں۔ یہ کسی اعزاز سے کم نہیں کہ محبوب اُسے نظروں سے پیغام محبت دے اور اُسے اپنا ہم راز بنالے۔ عاشق تو ایک ذرا سی بات پر بھی خوش ہو جاتا ہے اور آشنائے راز کرنا تو عاشق کی بہت بڑی خوش بختی ہے اور یہ اس بات کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ محبوب کے دل میں اس کے لیے چاہت ہے۔

تم نہ سمجھے یہ گفتگو ورنہ　　بات کرتی تھی خامشی میری

شعر ۲:۔ دلوں کو ------------------- دراز کرے

شاعر: حسرت موہانی　　لقب: رئیس المتغزلین　　ماخذ: کلیات حسرت موہانی

تشریح:۔ یہ شعر انسانی نفسیات کا شعور رکھنے والا شاعر ہی کہہ سکتا ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اگر کسی جذبے یا لگن کی وجہ سے اپنے مقصد کے حصول میں انتہا پسند ہو جائے تو پھر اسے اپنے گرد و پیش کی خبر نہیں رہتی، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اپنی دھن میں مگن رہتا ہے۔ حسرت کہتے ہیں کہ اے محبوب! تو نے مجھے اپنی محبت میں مبتلا کر کے دنیا اور آخرت دونوں کی فکر سے آزاد کر رہا ہے۔ خدا کرے یہ جنوں بڑھتا ہی چلا جائے، میں تیری محبت میں سرشار ہو کر دونوں جہانوں کے تفکرات سے آزاد ہو گیا ہوں۔ پہلے مجھے فکرِ روزگار اور فکرِ زمانہ رہتی تھی۔ ایک غم جاتا تھا تو دوسرا غم اُس کی جگہ لے لیتا تھا۔ مگر محبوب کے حسن و جمال اور اُس کی چاہت نے مجھے دنیا سے بے خبر کر دیا ہے۔ میری دعا ہے اللہ سے کہ یہ دیوانگی بڑھتی ہی جائے۔ حقیقی معنوں میں اگر دیکھا جائے تو عشقِ حقیقی ایک عاشقِ صادق کو دنیا و آخرت کے ہر غم و فکر سے آزاد و بے نیاز کر دیتا ہے۔

دِل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن　　بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

شعر ۳:۔ خِرد کا نام ------------------- کرشمہ ساز کرے

شاعر: حسرت موہانی　　لقب: رئیس المتغزلین　　ماخذ: کلیات حسرت موہانی

تشریح:۔ خِرد عقل و دانائی کو کہتے ہیں اور جنوں عشق کی انتہا ہے۔ عقل و خرد سے کام لینے والے اچھا بُرا، نفع و نقصان سب سمجھتے ہیں۔ مگر جنوں میں مبتلا شخص نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر صرف محبوب کو سوچتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں مکتبِ عشق کا دستور نرالا ہے۔ اے میرے محبوب! تیرا حسن و جمال بہت شعبدہ باز ہے یہ حیرت انگیز کمالات دکھانے والا ہے اس نے تو الفاظ کے معنی مفہوم ہی بدل کر رکھ دیئے یعنی ان عقل مندی کا نام پاگل پن اور دیوانگی کا نام ہوش مندی ہے۔ جو لوگ تیرے عشق میں گرفتار و مبتلا ہیں۔ دنیا والے ان کو دیوانہ کہتے ہیں اور جو لوگ عشق میں مبتلا نہیں انھیں عقل مند کہا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دراصل

کے حسن کی کاریگری ہے جس نے مسلمہ اقدار کی ترتیب ہی بدل ڈالی۔

اب خردمندوں کی پہچان کا معیار ہے تو اب خردمند ہے وہ جو تیرا دیوانہ ہے

شعر۴:۔ غمِ جہاں سے ------------------سازباز کرے

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیاتِ حسرت موہانی

تشریح:۔ اِنسانی زندگی مسائل ومشکلات سے عبادت ہے۔ مسائل ومصائب کا یہ سلسلہ زندگی کے آخری سانس تک چلتا ہے۔ حسرت کہتے ہیں کہ اگر انسان زمانے کے ان دکھوں اور غموں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ محبوب کے دردِ محبت کو اپنے دل میں بسالے اور اس سے گہرا رابطہ اور تعلق قائم کرے شاعر کے مطابق پہلے میں دنیا کے غموں میں اُلجھا رہتا تھا مگر اب محبوب کی محبت کے غم نے ایسی جگہ پیدا کرلی ہے کہ دِل میں اب کسی اور غم کی جگہ ہی نہیں۔ جو انسان دنیا کے غموں سے چھٹکارا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ محبت کے روگ میں مبتلا ہو جائے۔ کیونکہ اس طرح وہ محبت کے نئے سے نئے دکھ اور رنگ دیکھے گا اور دنیا کے باقی دکھوں سے اُس کی جان چھوٹ جائے گی۔ شاعر کا دنیا والوں کو قیمتی مشورہ ہے کہ وہ اگر دنیا سے فرار چاہتے ہیں تو محبوب سے محبت کا غم پال لیں شاعر اصل میں خود کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ صرف میں ہی نہیں جو محبوب کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ دنیا بھول جائے گا۔

آلام روزگار کو آساں بنا دیا جو غم ہوا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

شعر۵:۔ تیرے کرم ------------------سرفراز کرے

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیاتِ حسرت موہانی

مقطع کے اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اے محبوب! اگر چہ میں تیری محبت وکرم کا مستحق تو نہیں تو اگر عنایت کردے تو یہ تیرا احسان ہے۔ شاعر بڑی عاجزی سے محبوب سے التجاء کر رہے ہیں کہ بے شک میں تمہاری محبت کے قابل تو نہیں مگر مجھے یقین ہے کہ ایک دِن میری محبت رنگ لائے گی اور محبوب مجھ پر نظرِ کرم کرے گا۔ اور اگر محبوب اپنا دیدار اور قربت عطا کردے تو یہ اُس کا خاص کرم اور مہربانی ہوگی۔ حقیقی معنوں میں دیکھا جائے تو شاعر کہتا ہے کہ اے باری تعالیٰ میں ایک گناہ گار شخص ہوں اس قابل تو نہیں کہ تو مجھ پر لطف وکرم کرے لیکن تیرے در کے سوا اور کہاں جاؤں؟ تمام اختیارات تیری ذات کو حاصل ہیں تو قادرِ مطلق ہے تو اپنے رحمت وکرم سے نواز سکتا ہے۔ اِنسان کتنا ہی متقی و پرہیزگار ہو وہ اپنے عمل پر فخر نہیں کرسکتا بلکہ محض اللہ کی ذات کی رحمت وبخشش ہی اس سرخروئی کا موجب بن سکتی ہے۔ اس لیے شاعر اپنے عمل کا سہارا نہیں لیتا بلکہ عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کی رحمت وبخشش کا طلب گار ہے۔

پا کر مجھے بے کس تری رحمت پہ پکاری یہ بندہ بے برگ ونوا میرے لیے ہے

(غزل نمبر۲ حسرت موہانی)

شعر۱:۔ تجھ کو ------------------گلہ نہ ہوا

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیاتِ حسرت موہانی

تشریح:۔ مطلع کے اِس شعر میں حسرت موہانی عشق ومحبت کے معاملات بیان کرتے ہیں اُن کے مطابق ان معاملات میں توازن ہونا چاہیے اگر محبت کا جذبۂ عشق سچا ہے تو محبوب کو بھی اس خلوص اور گہرائی عشق کی بناء پر اُس سے محبت کرنی چاہیے اور خصوصی نظرِ کرم کرنی چاہیے۔ لیکن محبوب نے ہمارا امتحان ہر لحہ لیا۔ ہماری آزمائش کی، اور یہ آزمائشوں کا سلسلہ طویل ہوتا جارہا ہے، ہم سے غفلت برت رہے ہو ہماری محبت کا لحاظ نہیں عام اُصول تو یہ ہے کہ ''دل کو دل سے راہ ہوتی ہے'' لیکن یہاں معاملہ اُلٹ ہے، محبوب کی جانب سے مسلسل بے اعتنائی، بے پروائی، یہاں تک کہ بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر ہم اپنی وضع داری اور رواداری کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ زبان پر شکایت نہیں لاتے کیونکہ محبت میں ہونٹ سِل جاتے ہیں اور محبوب کا شکوہ ایک معیوب امر ہے۔ ممکن ہے کسی وقت اسے اپنی زیادتی کا احساس ہو جائے اور ہم پر مہربان ہو جائے۔

ہم کو اُن سے ہے وفا کی اُمید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

شعر۲:۔ ایسے بگڑے ------------------ ادا نہ ہوا

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیاتِ حسرت موہانی

اے محبوب! تو نے ہمیں ہر مرحلے پر نئی آزمائش میں ڈالا اور ہر امتحان سے گزارا لیکن اُن تمام آزمائشوں کو ہم نے خندہ پیشانی سے قبول کیا لیکن اب معاملہ اور بھی سنگین ہو چکا ہے۔ وہ مجھ سے ایسا ناراض ہوا کہ مجھ پر ظلم و ستم کرنا بھی چھوڑ دیا۔ گویا وہ دشمنی کا حق بھی پورا ادا نہ کر سکا اگر چہ دشمنی اچھی چیز نہیں مگر اس میں بھی ایک طرح کا تعلق اور واسطہ پایا جاتا ہے۔ ہم تو اس کے ظلم و ستم سے بھی محروم ہو گئے۔ گویا محبوب کی نظر میں اہمیت و قدر نہیں رہی۔ محبوب کی جانب سے کی جانے والی جفا اور ظلم کو بھی عاشق نوازش اور مہربانی تصور کرتے ہیں مگر اُس نے جفا کرنا بھی ترک کر دیا۔

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

شعر۳:۔ کٹ گئی -------------------- مدعا نہ ہوا

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیات حسرت موہانی

تشریح:۔ حسرت موہانی کی محبت میں رکھ رکھاؤ اولین اُصول ہے۔ ایک تو یہ اُصول پھر یہ احتیاط کہ کہیں محبوب اظہارِ تمنا سے ناراض نہ ہو جائے انھیں ہمیشہ احتیاط مدِ نظر رہی لہٰذا یہاں بھی وہ اسی مجبوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہمیشہ یہی فکر دامن گیر رہی کہ اگر ہم محبوب کے سامنے جو کہ مشرقی محبوب ہے۔ اپنی محبت کا اظہار کریں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہم سے ناراض ہو جائے یا شرم کے مارے پہلو تہی کرنے لگے اور ہم اُس کی رفاقت سے محروم ہو جائیں اسی احتیاط میں ساری عمر گزر گئی اور ہم اپنے لطیف جذبات کا اظہار نہ کر پائے کہ کہیں مزاجِ نازک پر یہ اظہار گراں نہ گزرے محبت کے کچھ اُصول اور شرائط ہوتی ہیں اور اس میں انسان کو بہت باہمت اور حوصلہ مند ہونا چاہیئے۔ صبر آزما حالات کو برداشت کرنا پڑتا ہے اسی لیے شاعر کے مطابق مجھے بھی ان حالات کا سامنا کرتے کرتے عمر گزر گئی لیکن زبان سے اظہار نہ کرنا آیا۔

حوصلہ شرطِ عشق ہے ورنہ بات کا کس کو ڈھب نہیں آتا

شعر۴:۔ حیف ہے -------------------- گدا نہ ہوا

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیات حسرت موہانی

تشریح:۔ اِس شعر میں حسرت موہانی مادی چیزوں کی بے وقعتی اور محبت کے نازک جذبات کی فوقیت و برتری کا بھرپور اظہار کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں جو شخص دنیاوی حوالے سے جتنا بھی غنی ہو اُس کے پاس مال و دولت، جائیداد اور دنیاوی ساز و سامان، آرام و آسائش کے تمام اسباب ہوں لیکن جس کا دل سچی محبت سے محروم ہے اُس پر افسوس ہے۔ یہ شعر خالص حقیقی شعر ہے۔ اس شعر کا تعلق حمد سے بھی ہو سکتا ہے۔ لغت سے بھی۔ حمد کے لحاظ سے مفہوم ہے کہ حقیقی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان دنیا میں اللہ کا نائب ہے اگر کسی شخص کو حکومت کے اختیارات ملتے ہیں تو دراصل یہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس لیے اُس ذات کے سامنے جھکنا چاہیے اُسے خود کو اللہ کا بندہ اور غلام سمجھنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی حکمران، بادشاہ اُس کی گلی کا فقیر نہیں تو اُس پر حیرت ہے۔ لغت کے حوالے سے اس شعر کا مفہوم ہے کہ حضورؐ کی محبت ایمان کی بنیاد اور شرط ہے۔ ایسے شخص کی بادشاہت کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں جو حضورؐ کی گلی کا فقیر نہیں، حضورؐ کے غلاموں نے اس دنیا پر حکمرانی کی ہے۔ اور قیامت تک کرتے رہیں گے حضورؐ کی گلی کی گدائی اُن کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

شعر۵:۔ عشق حسرت ---------- وفا نہ ہوا

شاعر: حسرت موہانی لقب: رئیس المتغزلین ماخذ: کلیات حسرت موہانی

تشریح:۔ رئیس المتغزلین مقطع کے اِس شعر میں اپنے طرزِ خاص سے اپنی بے لوث محبت کا لحاظ رکھا اور اپنی وضع کو پاکباز رکھا ہمیشہ محبوب کا احترام ملحوظِ خاطر رکھا اور اُس کے وقار کو مجروح نہ کیا۔ تاکہ اُس کی عزتِ نفس اور پاک دامنی کو ٹھیس نہ پہنچے۔ اُس کی خوشی کے لیے اُس کی قربت کی بجائے دوری اختیار کیے رکھی۔ سب لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ میری محبت میں کتنا خلوص ہے۔ ہمارے ہر انداز سے چاہت کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عشق کی مُشک چھپائے نہیں چھپتی ہر ایک کو میری حالت کا اندازہ ہے لیکن ایک میرا محبوب ہے کہ میری محبت کی اہمیت سے واقف نہیں وہ تو وفا کے مفہوم سے ہی آشنا ہے۔ میری محبت کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ میری محبت پر یقین نہیں کرتا اور اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

مشقی سوالات:۔ جملوں میں استعمال کریں:

الفاظ	جملے
خوبیٔ قسمت	حج کی سعادت حاصل کرنا احمد کی خوبیٔ قسمت نہیں تو اور کیا ہے۔
سرفراز	اللہ تعالیٰ نوجوان نسل کو ایمان کی دولت سے سرفراز کرے۔
جنوں	مجھے بچپن سے ہی معلم بننے کا جنوں کی حد تک شوق تھا۔
مدعا	اگر اصل مدعا بیان کر دیا جاتا تو بحث نہ ہوتی ۔
حیف	حیف ہے ایسے شخص پر جو والدین کی خدمت نہ کر سکے۔
جفا کار	جفا کار لوگ نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی نقصان اُٹھائیں گے۔

شاعرانہ خصوصیات/ غزل گوئی پر نوٹ / تنقیدی جائزہ:۔

علی سکندر جگر مراد آبادی

تعارف:۔ جگر مراد آبادی، مراد آباد بھارت میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا، والد، چچا اور بھائی بھی شاعر تھے۔

شاعری:۔ جگر فطری شاعر تھے۔ ان کی شاعری جذبات واحساسات کی شاعری ہے۔ جگر حسن کے شیدائی تھے اور جمالیاتی دل و دماغ رکھتے تھے۔

غزل گوئی:۔ جگر نے اُس وقت شاعری کی جب غزل کی جگہ واقعاتی شاعری یا اصلاحی نظمیں لے رہی تھیں اور غزل کو شغلِ فضول قرار دیا جا چکا تھا۔ مگر جگر نے غزل کے میدان میں قدم رکھتے ہی اس صنف میں پھر سے دلکشی اور دلآویزی پیدا کر دی۔ ان کی غزلیں غنائیت سے بھرپور ہیں۔

تصوّفانہ رنگ:۔ جگر کی شاعری میں فلسفیانہ خیالات اور تصوّف بھی پایا جاتا ہے۔ اصغر گونڈوی کو وہ اپنا مرشد جانتے تھے اور ان کی وجہ سے تصوف کا رنگ ان کی شخصیت میں رچ گیا تھا۔

خلوص وصداقت:۔ جگر ایک پاکیزہ شخصیت، ایک دردمند نگاہ اور حساس دِل رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں خلوص ہے۔ ان کے خلوص میں ایک والہانہ پن ہے۔ اسی والہانہ پن نے ان کی غزلوں میں ایک قسم کی لطافت پیدا کر دی ہے۔

اشعار کی تشریح:۔ شعر۱:۔ کسی صورت ---------------------- تابانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

شاعر مطلع کے اِس شعر میں کہتا ہے کہ چہرہ دِل کا آئینہ ہوتا ہے۔ عاشق کی اندرونی کیفیات باوجود چھپانے کے کسی نہ کسی صورت چہرے سے ظاہر ہو ہی جاتی ہیں شاعر کے مطابق محبوب کی جُدائی میں، میں جس قدر پریشان ہوں۔ محبوب کی رسوائی کے خوف سے چاہتا ہوں کہ دنیا والوں پر اپنا دکھ ظاہر نہ کروں۔ مگر عشق اور مُشک ہزار دنیا والوں سے چھپاؤ نہیں چھپتے۔ ہزار کوششوں کے باوجود دل میں چھپا غم اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔ میں اپنے چہرے کو تاباں یعنی روشن رکھنا چاہتا ہوں اپنے غم کو مسکراہٹوں کے پردے میں چھپانا چاہتا ہوں۔ چہرے پر مصنوعی رونق لانا چاہتا ہوں۔ تاکہ دیکھنے والوں کو دلی کیفیات کا پتہ نہ چل سکے اور محبوب کی رسوائی نہ ہو۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ ان کا دل جلتے جلتے بجھ جاتا ہے۔ لیکن چہرے پر دل کے جلنے کے آثار سرخی اور شگفتگی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

میں نے چاہا تھا چھپاؤں دل کی بات وہ میری نظروں کے ڈھب سے پا گیا

شعر۲:۔ نہیں جاتی ---------------------- پہچانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ شاعر نے انسانی سوچ کے فلسفے کو بہت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے کہ انسانی سوچ زمان و مکاں کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ سائنسی ترقی نے کائنات کی مختلف اشیاء کے پوشیدہ راز انسان پر ظاہر کر دیئے ہیں۔ آج انسان خلاء میں چہل قدمی کرتا ہے۔ ستاروں کی محفل میں اپنی بستیاں آباد کرنے کی فکر میں ہے۔ آسمان کی وسعتوں کو قابو کیا سمندر کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ انسانی فکر، اس کی عقل، فہم و فراست بہت دوررس ہیں۔ بڑی بڑی مشکلات کے حل انسانی فکر تلاش کر لیتی ہے۔ لیکن حسرت کا مقام ہے کہ انسان دوررس عقل کے باوجود ذات کے عرفان میں ناکام ہے حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ ’’جس نے اپنے

آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا'' گویا اپنی پہچان دراصل رب کی پہچان ہے۔ جب انسان اپنی حقیقت کو پہچان لیتا ہے تو تمام کائنات کے راز اُس پر آشکارا ہو جاتے ہیں۔لیکن شاعر یہاں افسوس کرتے ہیں کہ انسان اپنی ذات کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتا اور یہ اپنی ناکامی ہے جو تمام کامیابیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شبِ تاریک سحر کرنہ سکا

شعر۳:۔ صداقت ہو تو------------------- مانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مرادآبادی　　ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ اسلامی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ انبیاء کرام اور صحابہ کرامؓ جو کچھ زبان سے فرماتے پہلے خود اس پر پورا پورا عمل کرتے تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا عملی نمونہ فراہم کیا جاسکے۔ان کی باتوں میں صداقت تھی۔یہی وجہ ہے کہ ان کی گفتگو لوگوں کے دلوں میں اُتر جاتی تھی۔ شاعر واعظ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اگر تمہاری باتوں میں سچائی ہے تو تمہاری تقریر اور وعظ (نصیحت) لوگوں کے دلوں میں ضرور تڑپ پیدا کردے گی۔ کیونکہ سچائی اپنا آپ منوا لیتی ہے۔ واعظ کی نصیحتوں پر عمل اُس وقت پیدا ہوگا جب وہ خود باعمل اور متقی ہو۔تقویٰ سے اس کی گفتگو موءثر ہو جاتی ہے جن کے قول وفعل تضاد ہوتا ہے۔اُن کے بیان میں اثر نہیں ہوتا اگر زبان اور دل میں ہم آہنگی ہو تو لوگوں کے دل خود بخود راغب ہوں گے اور سچائی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

لُبھاتا ہے دل کو کلام خطیب　　مگر سوزِ لذت سے ہے بے نصیب　　اقبال
دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے　　پر نہیں قوتِ پرواز مگر رکھتی ہے

شعر۴:۔ جیسے رونق ------------------- ویرانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مرادآبادی　　ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔شاعر کی توجہ کا مرکز اس کا محبوب ہے جہاں محبوب موجود ہو وہ جگہ چاہے جھونپڑا ہو یا ویرانہ، باغ و بہار سے زیادہ پُر رونق ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی گھر کی رونق اسکی خوب صورت عمارت اور قیمتی ساز وسامان سے نہیں بلکہ خوبصورت اور خوب سیرت مکینوں سے ہوا کرتی ہے۔ جہاں محبوب موجود نہ ہو، وہ جگہ چاہے جتنی بھی خوبصورت ہو شاعر کے نزدیک وہ ویران مقام ہے۔محبوب کی موجودگی سے گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے ہر طرف شادمانی نظر آتی ہے۔محبوب کے جانے کے بعد ہر طرف اُداسی اور وحشت ٹپک رہی ہے۔دوسری طرف اس شعر پر فلسفہ اور تصوف کا گہرا رنگ بھی نظر آتا ہے۔ایک ایسا گھر جس سے محبوب حقیقی ناراض ہوا گر وہ گھر لاکھ آباد ہو پھر بھی اُس گھر میں سکون اور خوشیاں لوٹ کر نہیں آسکتیں۔خواہ ساری دنیا کی آسائشیں میسر ہوں۔یہ عام حیثیت کی چیزیں ہیں اور میرے دل کی دنیا ان عام چیزوں سے آباد نہیں ہوسکتی۔

پاس اگر تُو نہیں شہر ہے ویراں تمام　　تُو ہے تو آباد ہیں اُجڑے ہوئے کاخ وکُو

شعر۵:۔ نہیں معلوم ------------------- حیرانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مرادآبادی　　ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر محبوب کے حسن وجمال کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زندہ دلوں پر حُسن کی تاثیر مسلم ،یعنی امر ہے۔اسلیے شاعر بھی محبوب کے حسن کے نظارے پر حیران اور بے خود ہے۔حسن وجمال نے شاعر پر جادو کا اثر کیا کہ معلوم نہ رہا کہ کب اپنے محبوب کو پہلی بار دیکھا تھا۔شاعر کہتا ہے کہ وہ لمحہ اس قدر توانا اور ہمہ گیر تھا کہ ساری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔شاعر اس بات سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں کہ نہ جانے کب محبوب کا دیدار ہوا تھا مگر محبوب کا سراپا، حسن وجمال دیکھنے کے بعد حیرانی کی کیفیت مستقل طاری ہے اور ہر لمحہ ان کا پیچھا کر رہی ہے۔حقیقی رنگ کو اگر محسوس کیا جائے تو شاعر کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ دیدارِ الٰہی کی تاب حضرت موسیٰ نہ لاسکے اور بے خود ہو گئے۔ دراصل اللہ کا حسن ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ اور محبوب حقیقی کے حسن کا نظارہ کرنے کی ہر کسی میں تاب نہیں۔جس کے بعد حیرانی جنم لیتی ہے۔

لے گیا چھین کے کون آج تیرا صبر وقرار　　بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

شعر۶:۔ محبت میں------------------- طغیانی نہیں جاتی

تشریح:۔ شاعر کہتا ہے کہ ابتدائے عشق میں عاشق کی آنکھیں اشک سے تر نظر آتی ہیں وہ محبوب کی یاد میں آنسو بہاتا لیکن جب محبت کا جذبہ کامل ہو جاتا ہے۔ تو پھر آنسو آنکھوں کے راستے نہیں آتے بلکہ دل میں گرنے لگتے ہیں۔اور عاشق کا پورا وجود تہہ وبالا ہو جاتا ہے۔انسانی فطرت ہے جب کوئی غم درپیش ہوتا ہے۔ ہوتا ہے تو وہ غم آنکھوں میں آنسوؤں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔اور مسلسل غموں کا سامنا رہے تو آنسو خشک ہو جاتے ہیں غموں کا یہ طوفان دل کی دنیا تہس نہس کر دیتا ہے۔شعراء کہتے ہیں جب آنسو باقی نہیں رہتے تو آنکھوں سے لہو ٹپکنے لگتا ہے۔یعنی یہ غم کی شدت کی انتہا ہوتی ہے میرؔ اس موضوع کو یوں بیان کرتے ہیں

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا لہو آتا ہے جب نہیں آتا

شعر۶:۔ جگر وہ بھی ------------------- پہچانی نہیں جاتی

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ شاعر جگر آبادی اپنی غزل کے مقطع میں اپنے محبوب کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، اے جگر! تیرا محبوب تو سراپا حسن ہے مجسمِ محبت ہے مگر فطری شرم وحیا کی وجہ سے وہ کھل کر اظہار نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔اگر محبت چاہنے والے کے دل میں موجود ہو تو اسی طرح کے محبت کے جذبات محبوب کے دل میں بھی موجود ہوں گے۔دونوں کی محبت میں اتنا فرق ہے کہ شاعر اپنی محبت کا اظہار اپنے اشعار میں برملا کرتا ہے۔اس لیے اس کی محبت کا سب کو علم ہو جاتا ہے۔مگر محبوب شرم وحیا کی وجہ سے اپنی زبان سے اظہار نہیں کر پاتا لیکن اس کی ہر ادا محبت کی ترجمانی کر رہی ہے محبوب کے دل میں موجود محبت کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔اسے صرف چاہنے والا ہی محسوس کر سکتا ہے۔شاعر کے مطابق میرا محبوب بھی سر سے پاؤں تک محبت ہی محبت ہے۔لیکن اس کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی۔

تم کو ہزار شرم سہی، مجھ کو لاکھ ضبط الفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائے گا

(غزل نمبر۲) شعر۱:۔ محبت صلح ------------------- تلوار بھی ہے

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ غزل کے مطلع میں شاعر جگر مراد آبادی محبت کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اس کی حقیقت واضح کرتے ہیں دراصل شاعر کے سامنے اُردو غزل کی ایک بھرپور روایت پڑی ہوئی ہے۔جس کی بناء پر وہ محبت کے ہر حوالے کا ذکر پُر اعتمادی سے کرتے ہیں۔یہاں پر وہ عشق کے لازوال جذبے کو بیان کرتے ہیں کہ محبت محض ایک جذبہ ہے۔مگر اس کی صلاحیتوں کا اظہار تب ہوتا ہے جب یہ جذبہ کمال پر پہنچتا ہے۔اس کے جواہر نکھر کر سامنے آتے ہیں۔اور کبھی کبھی یہ دو مختلف صورتوں میں ڈھل جاتا ہے یہ جذبہ حالات کے تحت بے شمار آزمائشوں کے باوجود صلح وصفائی اور مصلحتوں سے کام لیتا ہے تو کبھی جب اس کی راہ میں کوئی دیوار حائل کر دی جائے تو اُن کو توڑنے اور مسمار کرنے سے نہیں ہچکچاتا، محبت ایک طرف پھولوں سے لدی ہوئی ایک نازک ٹہنی ہے کیونکہ یہ جذبہ انسان میں نرمی اور لچک پیدا کر دیتا ہے۔تو دوسری جانب اپنے مقصد کے حصول کے لیے تلوار کی سی تیزی کو اپنا لیتا ہے۔محبت کا یہ جذبہ آفاقی خوبیوں کا مظہر ہے۔جس میں تمام صلاحیتیں اور کمالات بدرجہ اُتم موجود ہیں۔

شعر۲:۔ طبیعت عشق ------------------- مزاجِ یار بھی ہے۔

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر نے لفظ ''عشق'' مجازِ مرسل کے طور پر عاشق کے لیے استعمال کیا ہے اور حسن وعشق کا باہم پیکار ہونا بیان کیا ہے۔کہ دونوں کی فطرت میں کھلا تضاد ہے۔اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ عاشق کی طبیعت میں خودداری ہوتی ہے۔وہ کسی کے آگے جھکنا پسند نہیں کرتا۔لیکن جب ایسے محبوب سے واسطہ پڑ جائے جو بہت ہی نازک مزاج ہے۔اپنے حسن پر نازاں ہے اور عشق کے غرور کو برداشت نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں عشق ومحبت کے معاملات سلجھانے کے لیے عاشق اپنی خودداری کو خیر باد کہہ کر محبوب کے آگے جھکنا پڑتا ہے اور سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔شاعر کے مطابق اگر وہ محبوب سے محبت کرتا ہے تو ساتھ ساتھ یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ اُس کی محبت کا احترام کیا جائے اور اُس کے پندار (پگڑی) کو محبوب کے ہاتھوں نہ اُچھالا جائے اور محبّ کی ہر خواہش کا احترام کیا جائے محبوب بات بات پر ناراض نہ ہو، محبّ کو ہر لمحے ایک نئی آزمائش سے نہ گزارے۔لیکن محبوب کی ذات ہی ایسی ہے جس میں نازنخرے ، نازوادا اپنی حیثیت واہمیت کو جتانا لازم ہے۔

وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں سُبک سربن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

شعر۳:۔ یہ فتنے ------------------- بازار بھی ہے۔

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ اس شعر میں شاعر دنیا میں موجود فتنے فساد جن سے یہ دنیا والے پریشان نظر آتے ہیں کو زندگی کا لازمی جز قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جو دنیا میں آئے روز نت نئے فساد پیدا ہوتے رہتے ہیں انقلابات رونما ہوتے ہیں۔جن سے یہ دنیا والے نالاں نظر آتے ہیں۔فریاد کرتے ہیں۔لیکن حقیقت میں ان ہی کے باعث کائنات میں اور اس دنیا کے بازار میں رونق قائم ہے۔اگر دنیا میں یہ اونچ نیچ اور نشیب و فراز نہ ہوتے کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی تو انسانی زندگی روکھی پھیکی اور بدمزہ ہوتی۔انسان کی فطرت میں تبدیلی کی خواہش ازل سے موجود ہے۔اس لیے انسان جمود اور یکسانیت والی زندگی سے تنگ آجاتا ہے۔اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ یہ فتنہ فساد اور تنگی ترشی بھی زندگی کو رونق بخشتے ہیں کیونکہ اسی میں رنگ اور تنوع موجود ہے۔

شعر۴:۔ اسی انساں ------------------- دشوار بھی ہے۔

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ اس شعر میں تصوف اور فلسفے کا گہرا رنگ نظر آتا ہے۔بظاہر اس بے پایاں کائنات میں انسان کی حیثیت بہت ہی معمولی اور حقیر سی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات میں ان گنت کمالات اور گوناگوں صلاحیتیں رکھی ہیں۔انسان نے ساری کائنات کو تسخیر کرلیا کیونکہ اس میں سب کچھ موجود ہے۔ اللہ نے اسے ایسے جواہر ودیعت کیے ہیں جو انتہائی قوی ہیں۔انسان کے اندر صلاحیتوں کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔انسان میں اللہ نے ایسے جواہر ڈالے ہیں جو خلافت اور تسخیرِ فطرت کا بارِ گراں اٹھانے کے لیے مناسب ہیں۔قرآن میں بھی بار بار انسان کو اپنی اصل کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تاکہ جب وہ ان صلاحیتوں کو پائے گا تو اُن کو نکھارنے کی کوشش کرے گا اور پھر اُس کے استعمال کی راہیں خود ڈھونڈ نکالے گا۔اس کا نتیجہ تسخیرِ کائنات اور خلافتِ الٰہی کے منصب پر براجمان ہونا ہے۔لیکن یہ ادراک تب ہی حاصل ہو سکے گا۔جب انسان خودی یعنی عرفانِ ذات کے تینوں مراحل یعنی ضبطِ نفس،اطاعتِ الٰہی اور خلافتِ الٰہی کے مراحل سے گزرے۔اگرچہ یہ دشوار ہے لیکن ناممکنات میں سے نہیں کیونکہ انسان سرتاپا خوبی ہے اگر وہ پستی کا شکار ہے تو اس کی وجہ اپنی صلاحیتوں سے چشم پوشی ہے

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقان ذرا دانہ تو، کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے راہ تُو رہرو بھی تو محمل بھی تو، منزل بھی تو

شعر۵:۔ خبردار اے ------------------- منجدھار بھی ہے۔

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ جگر مراد آبادی اس شعر میں زندگی کی ایک حقیقت اور دنیا کے اصول کو بیان کرتے ہیں کہ کس طرح حالات پلٹا کھا جاتے ہیں اور انسان نے جو دنیا بسائی ہوتی ہے وہ بکھر کر رہ جاتی ہے۔شاعر کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زندگی کی تمام آسائشیں حاصل ہیں اور بہت آرام و سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں اُنھیں پریشان حال اور مصیبت زدہ لوگوں کو تکالیف سے لطف اندوز نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کی تکلیف اور مصیبت پر ان کا ساتھ دینا چاہیے۔کیونکہ زندگی عروج و زوال کی حقیقت سے عبارت ہے اور انھیں بھی ایسی ہی صورت حال کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔اس شعر کا مفہوم یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اے انسان! تو ہوشیار رہ اور ارمانوں کے ساحل کے قریب بے فکری و لاتعلقی سے مت پھر تمھیں ہر لمحے سمجھداری سے کام لینا ہے۔بصارت کی بجائے بصیرت کو کام میں لاؤ تاکہ تمھیں پہلے ہی سے آنے والے حوادث کا ادراک حاصل ہو۔چنانچہ دل کی آنکھ کو کھول کہ رکھو کیونکہ جہاں تم نے غفلت سے آنکھ جھپکی وہاں حوادث اپنا بسیرا کرلیں گے۔

شعر۶:۔ خبردار اے ------------------- منجدھار بھی ہے۔

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ یہ دنیا غموں کا گھر ہے۔دنیا میں آکر انسان طرح طرح کے غموں میں پھنس جاتا ہے ایسے حالات پیش آتے رہتے ہیں جن پر انسان روتا ہے کبھی اس کے بہت اس سے جدا ہو جاتے ہیں۔کبھی انسان کی درندگی اُسے رونے پر مجبور کر دیتی ہے تو کبھی ملکی اور ارد گرد کے حالات اُسے رلاتے ہیں۔اسی لیے دنیا کو آنسوؤں کی بستی کہا گیا ہے۔دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ یہ دنیا انسان کو صرف غم ہی نہیں دیتی زندگی میں خوشی کے دن بھی آتے ہیں۔جس میں انسان خوش ہوتا ہے۔دنیا کی تقسیم نرالی ہے ہر ایک کے ساتھ مختلف صورتوں میں پیش آتی ہے کبھی تو پھول نچھاور کرتی ہے تو کبھی دامن کو کانٹوں سے بھر دیتی ہے نہیں معلوم قسمت کی پٹاری میں کیا نکلے۔کسی کے سامنے آزمائشوں کے پہاڑ لا کر رکھ دے تو کسی کو خوشیوں سے نہال کردے۔کوئی بیٹھ کر اپنی قسمت پر آنسو بہاتا ہے تو کسی کے

روزِ معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفر ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

شعر:۔ اُن کی آنکھوں میں ---------------------- اقرار بھی ہے۔

شاعر: جگر مراد آبادی ماخذ: دیوانِ جگر

تشریح:۔ آنکھوں کے ذریعے ہی انسانی ذہن کو ساری کشمکش دکھائی دے جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر محبوب کی آنکھ میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کا ذہن یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ وہ محبت کی دعوت کو قبول کرے یا ٹھکرا دے اگر چہ محبوب زبان سے کچھ نہیں کہتا خاموش رہتا ہے۔ لیکن ذہنی کشمکش آنکھوں سے صاف طور پر عیاں ہوتی ہے۔ شاعر بھی اس کشمکش کا شکار ہے کہ مشرقی محبوب اُس سے محبت کرتا بھی ہے یا نہیں۔ اسی جستجو میں ہے کہ کبھی تو وہ کھلے دل سے واضح الفاظ میں اظہار کر دے مگر اس کے باوجود شاعر اپنے محبوب کی نگاہوں کی کرشماتی ادا پر فدا ہے، یہ انکار اور اقرار کا امتزاج ہی اصل جادو بیانی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اقرارِ محبت نہیں کرتا تو انکار بھی نہیں ہے۔ یوں عاشق کی آس بندھی ہوئی ہے۔

سوال۔ لاحقہ ''شناسی'' لگا کر درج ذیل کے معانی لکھیں۔

خداشناسی	خدا کو پہچاننا	خود شناسی	خود آگاہی / اپنے آپ کو پہچانے کا عمل
فرض شناسی	فرض کو پہچاننا	اداشناسی	سلیقہ / ڈھنگ / شعور
قدر شناسی	قدر / مرتبہ پہچاننا	موقع شناسی	کام کے لیے موزوں وقت اور مقام کو پہچاننا
سخن شناسی	بات کی تہہ تک پہچاننا / شعر و سخن کا قدردان		

شاعرانہ خصوصیات / غزل گوئی پر نوٹ / تنقیدی جائزہ:۔

فراق گورکھپوری

تعارف:۔ رگھو پتی سہائے فراق گورکھپوری کا تعلق ایک خوشحال اور تعلیم یافتہ گھرانے سے تھا۔ اعلیٰ تعلیم الہٰ آباد سے حاصل کی آگرہ یونیورسٹی میں ایم۔ اے کیا۔

شاعری:۔ فراقؔ نہ صرف بلند پایہ شاعر تھے بلکہ اچھے نقاد اور افسانہ نگار بھی تھے۔ فراق کے ہاں انگریزی کی رومانی شاعری کا کیف ملتا ہے۔ انھوں نے اپنے بزرگوں سے بہت کچھ سیکھا۔ میر تقی میرؔ، مصحفی، جرات، غالب سب ان کی نگاہ میں تھے۔ ان کے فکر و فن کی انفرادیت ایسی تمام شاعری سے رشتہ جوڑتی ہے۔ جو عالمی ادب کا ورثہ رہا ہے۔

غزل گوئی:۔ فراق جدید اُردو شاعری کے عظیم شاعر ہیں ان کی غزلیں انفرادی رنگ لیے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں جمالیاتی مضامین میں بھی تفسیاتی رنگ اور گہری بصیرت ملتی ہے۔ اُنھوں نے اپنے بزرگوں سے بہت کچھ سیکھا۔ لیکن فراق کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اساتذہ کی پیروی نہیں کی بلکہ غزل کے پُرانے سانچوں سے انحراف کرتے ہوئے اپنے لیے ایک الگ راستہ نکالا۔ جذبات و احساسات کو زمینی حقائق سے منسلک کر کے پیش کیا۔ سب سے بڑا کارنامہ غزل کے روائتی موضوعات میں تبدیلی کی، اُن کے تصورِ عشق میں فلسفے کا رنگ ملتا ہے۔ ایک نابغۂ روزگار مفکر کی سوچ بھی ہے اور بدلتے ہوئے عہد کے خیالات سلسلہ بھی ہے اور نئی روایت کی مظبوط بنیادوں کا پتا بھی۔

شعر ا:۔ بچھڑ گیا ہوں ---------------------- رفتگاں سے دور نہیں

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ فراق اُردو غزل گوئی میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے غزل میں میر، مصحفی، غالب اور جرات کے انداز سے بڑا فیض پایا اس شعر میں بھی اُن شعراء کا ذکر کیا ہے جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اُن کو قافلہ رفتگاں یعنی وہ تمام شعراء جو اُن سے پہلے تھے۔ شاعر کے مطابق میں بھی اُن عظیم غزل گو شعراء کے قافلے کا فرد ہوں۔ میں بھی اُن ہی کے انداز میں محبت کے جذبات کی عکاسی کرتا ہوں۔ وہ قافلہ عدم کی وادیوں میں کہیں دور جا چکا ہے۔ جذبات و خیالات میں یکسانی پانے کے باوجود میں اُس قافلے سے پیچھے رہ گیا ہوں۔ دوسرے مفہوم میں اس شعر کو دیکھا جائے تو شاعر اپنی زندگی کا احاطہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کبھی بچھڑے ہوئے لوگ بھی اُن کے ساتھ زندگی کے قافلے میں رواں دواں تھے۔ وہ دوست احباب آگے نکل گئے اور یہ تنہا رہ گئے۔ قافلہ جب چلتا ہے تو گرد و غبار ضرور اُڑتا ہے یہ گرد و غبار اس بات کا ثبوت ہے کہ قافلہ زیادہ دور نہیں میں اس قافلے کو پالوں گا یعنی میری زندگی کے دن بھی تھوڑے رہ گئے ہیں اور بہت جلد اس جہانِ فانی سے کوچ کر کے بچھڑے ہوئے دوستوں سے جا ملوں گا۔

شعر۲:۔ وہ منزلیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لامکاں سے دور نہیں

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ شاعر فراق کے مطابق جب تک اُردو غزل رہے گی۔ میر، غالب اور ایسے ہی دوسرے عظیم شعراء کا کلام شوق سے پڑھا جاتا رہے گا۔ زمانہ ان کے کلام کو کبھی دھندلا نہیں سکے گا۔ ان کے خیالات کبھی زمین پر ہوتے ہیں کبھی وہ اپنے اشعار میں آسمانوں کی خبر لاتے ہیں ان کے خیالات لامکاں تک پرواز کرتے رہتے ہیں، شاعر کہتے ہیں مجھے بھی اُن عظیم شعراء کی روایات سے محبت ہے۔ میں بھی غزل کے ان میدانوں کو اپنی جولاں گاہ (وہ میدان جہاں گھوڑے دوڑاتے جاتے ہیں) سمجھتا ہوں۔ میں بھی خیالات کے گھوڑے غزل کے ان میدانوں میں سرپٹ دوڑانا چاہتا ہوں۔ میری بھی خواہش ہے کہ میرا کلام زمانے اور علاقے کی قید سے بالاتر ہو کر فانی بن جائے۔ دوسرے مفہوم کو دیکھا جائے تو شاعر محبت کی لامحدود حدیں واضح کر رہے ہیں۔ محبت کی سرگرمیوں کا میدان بہت وسیع ہے یا یوں سمجھئے کہ وہاں پر زمان و مکاں کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے شاعر کے مطابق محبت کا محور کوئی ایک شخص نہیں اس کائنات میں موجود ہر چیز محبت کی حقدار ہے اسلیے محبت کی حدود مقرر نہیں کی جاسکتیں۔ اس کی گہرائی انسانی سوچ سے بالاتر ہے۔

شعر۳:۔ سکوتِ غنچہ لب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہاں سے دور نہیں

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ ادھر کھلے پھول کو غنچہ کہتے ہیں۔ محبوب کے ہونٹ ایک خوبصورت کلی کی طرح نرم و نازک ہیں۔ ایک کلی مسکراتے ہوئے ہونٹوں کی شکل ہوتی ہے۔ کلی خاموش ہوتی ہے۔ محبوب کے بند ہونٹ اُس کی طرف سے خاموشی سو ملاقاتوں کے پیغامات سے بھی زیادہ پُر لطف ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے اے محبوب! تیری طرف سے وصل کا پیغام اگر ''نہیں'' کی صورت میں ہے تو اس میں بھی ایک عجیب انداز چھپا ہے بظاہر تو ''انکار ہے مگر اس میں بھی ''ہاں'' کا پیغام پوشیدہ ہے۔ چونکہ فطری شرم و حیا کے باعث محبوب انکار کرتا ہے لیکن اس کی نہیں میں بھی ہاں کا عنصر صاف جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے یعنی اقرار انکار کا باہم پیغام محبوب کے خاموش ہونٹوں میں پوشیدہ ہے۔

تم نہ سمجھے یہ گفتگو ورنہ بات کرتی تھی خامشی میری

شعر۴:۔ تیرا کلام بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بیاں سے دور نہیں

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ کلام سے شاعر کی مراد محبوب کی گفتگو ہے۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ۱) محبوب کی زبان تو خاموش رہتی ہے۔ لیکن اس کے دیکھنے کا انداز عاشق کو بہت کچھ بتا دیتا ہے۔ خاموشی کے باوجود محبوب کی ایک ایک ادا بہت کچھ سُنا دیتی ہے۔ ۲) محبوب اتنی آہستہ گفتگو کرتا ہے جیسے صرف شاعر ہی سُن سکتا ہے۔ وہ گفتگو خاموشی کی مانند ہوتی ہے۔ اُردو شاعری کی یہ روایت رہی ہے کہ محبوب کی محفل میں شاعر آداب عشق کا لحاظ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کئے ہوتا ہے۔ اسے بات کرنے یا فریاد کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس لیے دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ اگر چہ میری زبان خاموش ہے لیکن میری بے زبانی کے باوجود میرے حالات میری بے قراری کا اظہار کرتے ہیں۔ میری خاموشی جذبات و احساسات کے الفاظ و بیاں سے بھرپور ہے۔

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

شعر۵:۔ اسی کو سینے سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رفتگاں سے دور نہیں

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ غمِ رفتگاں' گئے ہوئے لوگوں بچھڑے ہوؤں کا غم، غمِ رفتگاں سے مراد دنیا سے کوچ کر جانے والے لوگوں کا غم بھی ہو سکتا ہے اور دنیا میں بچھڑے ہوئے محبوب کا غم بھی۔ شاعر غمزدہ حالت میں کہتے ہیں کہ دنیا کی محفل میں کیسے پیارے پیارے عزیز لوگ ہوا کرتے تھے جو اب اس دنیا میں نہیں رہے مگر ان کی یادیں دلوں پر نقش ہو چکی ہیں۔ اُن کا غم ہر وقت ذہن پر مسلط رہتا ہے۔ ان بچھڑے لوگوں کی خوبصورت یادوں کو سینے سے لگائے پھرتا ہوں۔ اُن کو یاد کرکے اُن کی یاد میں آنسو بہاتا رہتا ہوں۔ اسی طرح محبوب کے بچھڑنے کا بھی غم ذہن و دل پر طاری ہے۔ محبوب کی جدائی نے گہرے رنج اور غم میں مبتلا کر دیا ہے

جن کے جانے سے جان جاتی تھی ہم نے اُنکو بھی جاتے دیکھا ہے

شعر۶:۔ فراقِ ازل ---------------------- نہاں سے دور نہیں

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ مقطع میں شاعر اپنے دل کے زخموں کو ایک ایسے چمن سے تشبیہ دے رہا ہے ۔جس کا انتظار کائنات کے پہلے دن سے بہاریں بھی کر رہی ہیں۔ بہار کے موسم میں چمن سرخ رنگ کے پھولوں سے بھر جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے کہ میرے دِل پر لگے ہوئے زخموں کے داغ بھی پھولوں کی طرح سرخ رنگ کے ہیں۔یوں تو بہار کے موسم میں چمن پھولوں سے بھر جاتے ہیں لیکن داغوں کی جو بہار میرے دل میں موجود رہتی ہے۔جب سے دنیا بنی ہے کسی بہار کے موسم نے کسی بھی چمن میں اتنے پھول نہیں دیکھے ہوں گے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ وہ مدتوں سے خوشیوں کے آنے کا انتظار کر رہا ہے اور اسی انتظار میں اُس کے دل کے زخم موسم بہار میں کھلنے والے پھولوں کی طرح کھِل اُٹھے ہیں۔

(غزل نمبر۲ فراق گورکھپوری)

شعر۱:۔ شامِ غم ---------------------- راز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ اُردو شاعری میں شعراء ہمیشہ جدائی کی رات کا ذکر کرتے ہیں۔مطلع میں شاعر اپنے مخلص اور راز دار دوست سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ کہ اے دوست اگر اس غم بھری شام کے وقت تم میری دلجوئی کے لیے آسکتے ہو۔مجھ پر غم کی شام چھائی ہوئی ہے۔مجھ سے میرے انوکھی ادائیں دکھانے والے محبوب کی باتیں کرو۔شاعر کو شام سے ہی فکر لگ جاتی ہے کہ یہ جدائی کی رات کیسے کٹے گی۔اسی لیے اپنے راز دار دوست سے کہتا ہے کہ آ کر مجھ سے میرے ناز نخرے والے محبوب کی باتیں کرو۔محبوب کا ذکر کرو گے تو دل بہل جائے گا کچھ تو سکون محسوس ہوگا۔اس لیے اگر راز داری کی باتیں کرنی ہی ہیں تو میرے محبوب کا ذکر چھیڑو۔ بقول شاعر !

قفس اُداس ہے یارو، صبا سے کچھ تو کہو کہیں تو بہرِ خدا آج ذکرِ یار چلے

شعر۲:۔ ہر رگِ دل ---------------------- ناز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ شاعر محبوب کی جدائی میں بے قراری کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے دوست! تم میرے پاس آ کر میری تڑپ میرے درد میں میرے محبوب کے موقع اور بے موقع ناز نخروں اور اداؤں کی باتیں کر کے کمی کرو۔جدائی کا غم اس سے بھی کچھ ہلکا ہو جائے گا اور شاعر کو سکون مل جائے گا۔کیونکہ محبوب کا ذکر آئے تو شاعر کے دل کی رگیں بھی اس کا خوشگوار اثر محسوس کرتی ہیں۔محبوب کا ذکر چھیڑا جائے تو شاعر پوری توجہ سے سنے گا۔دل کو خوشی محسوس ہوگی۔ہر رگ پر بے حد خوشی و سرور ہوگا۔محبوب کے ناز و نخرے کبھی موقع کے مطابق ہوتے ہیں اور کبھی اس کے ناز بے موقع بھی ہوتے ہیں شاعر کو یہ دونوں طرح کے ناز نخرے پسند ہیں۔ضروری نہیں محبوب کی وفاداری، خلوص اور محبت کا ذکر ہو بلکہ عاشق کو تو اس کے ظلم و ستم اور بے وفائی کی باتوں میں بھی دلچسپی ہوتی ہے۔

شبِ فراق تو کٹتی نظر نہیں آتی خیالِ یار میں آؤ فراز سو جائیں

شعر۳:۔ جو عدم کی جان ---------------------- آواز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح: شاعر محبوب کی ملاقات کو زندگی کا پیغام سمجھتا ہے اور اُس کی آواز سے شاعر کے اندر زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔محبوب کا ساتھ زندگی کی علامت اور اُس کی جدائی موت جیسی تکلیف کا باعث بنتی ہے۔اس کی خاموشی میں بھی بہت راز پوشیدہ ہیں۔اگرچہ گفتگو تو نہیں ہو رہی ہوتی لیکن محبوب کی نگاہوں کا انداز شاعر کو بہت کچھ سمجھانے والا ہوتا ہے۔خاموشی کے باوجود پیغام رسانی کے اس راز کو صرف شاعر ہی سمجھ سکتا ہے۔اس شعر میں بھی وہ اپنے دوستوں سے التجاء کر رہے ہیں کہ تم میرے محبوب کے بارے میں ایسی ہی باتیں کرو تاکہ میرا دل بہل جائے، میری بے قراری کم ہو۔جدائی کا یہ غم کچھ دیر کے لیے ٹل جائے۔ مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

شعر۴:۔ نام بھی لیتا ------------------- ناز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح: کائنات کی ہر چیز یا تو کوئی رنگ رکھتی ہے یا بُو ۔ بہار کے موسم میں پھولوں کی خوب صورت رنگوں اوران کی خوشبو سے چمن آراستہ رہتے ہیں جس طرح نیا نیا موسم بہار بہت دل کش خوبصورت ہوتا ہے۔شاعر کہتا ہے اے دوست! وہ محبوب جو حسن ورعنائی کا پیکر ہے۔محبوب کا حسن وجمال بھی نئی بہار جیسا خوبصورت ہے۔محبوب نے بھی جوانی کے عالم میں بن ٹھن کر نکلنا اور ناز نخرے کرنا سیکھا ہے۔اے دوستو! اُسی کے ناز و ادا کی باتیں کرو یہی بہار کا اصل لطف ہے کہ محبوب کی باتیں کی جائیں۔تا کہ جدائی کی گھڑیاں گزر سکیں۔کیونکہ صرف میں ہی اس کی محبت میں گرفتار نہیں بلکہ خوبصورتی اور محبت کی پہچان رکھنے والا ہر دل اس کی خوشبو اور رنگوں سے بھری ہوئی دنیا کا دیوانہ ہے۔

تصویر میں نے مانگی تھی شوخی تو دیکھنا　　اک پھول اُس نے بھیج دیا ہے گلاب کا

شعر۵:۔ جو حیاتِ جاوداں ------------------- انداز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ شاعر محبوب کی یاد کے ساتھ زندہ رہنے کی آرزو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر دوست احباب اس کے محبوب کے ناز و انداز کو موضوعِ سخن بنائے رکھیں گے اور میرے سامنے اس کا ذکر کریں گے تو اس خوشی کے باعث وہ زیادہ طویل عرصے تک زندہ رہ سکتے ہیں۔اسی لیے دوستو سے مخاطب ہو کر التجا کرتے ہیں کہ اس کے چلنے پھرنے ،گفتگو کرنے اور اُٹھنے بیٹھنے کے انداز واطوار کی باتیں کرو۔کیونکہ اُس محبوب کی محبت بھری نگاہ،لمحہ بھر کا لطف وکرم میرے لیے ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہے۔اس کی ناراضگی ،جدائی میرے لیے موت کا سبب بن سکتی ہے۔لہٰذا اس کے دوست محبوب کے حسن وجمال ،ناز وادا کا ذکر کرتے رہیں تو شاعر کی بے قراری ،بے چینی کچھ کم ہو جائیگی۔

شعر۶:۔ بے پروا ------------------- ساز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ عشق ایک ایسا جذبہ ہے جس میں عاشق ہر لمحہ صبر اور برداشت کی زنجیروں میں بندھا رہتا ہے۔کیونکہ عشق میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔محبوب کا حسن و جمال ایسے کرشمے دکھانے والا ہے کہ شاعر صبر کے امتحان میں ناکام دِکھائی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا حسن ہر لمحہ ایک نیا انداز لیے ہوئے ہوتا ہے۔جب بھی اس کی طرف دیکھو ایک نئی ادا جھلکتی ہے۔اس کی انوکھی اداؤں نے مجھے پاگل کر دیا ہے کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جارہا ہے۔اس دیوانگی کو کم کرنا چاہتے ہیں اسی لیے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میرے محبوب کے کرشمے دکھانے والے حسن کی باتیں کرو۔اس طرح کچھ سکون ملے گا۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب　　کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

صبر تھا اک مونسِ ہجراں　　ہو وہ مدت سے ان نہیں آتا

شعر۷:۔ جس کی فرقت------------------- دم ساز کی باتیں کرو

شاعر: فراق گورکھپوری

تشریح:۔ مقطع تلمیحی شعر پر مبنی ہے۔جس میں شاعر حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کا ذکر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ وہ کسی بیمار پر دم کرتے تو وہ تندرست ہو جاتا آپؑ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔شاعر یہی خوبی کی محبت میں محسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب بھی اگر اپنے چاہنے والوں کی دلجوئی کرے، پیار و محبت کا اظہار کرے تو عشق کے زندہ رہنے کا جواز بن سکتا ہے۔محبوب بھی مسیحائی کا کام کر سکتا ہے۔اس کی نگاہِ التفات زندگی کی علامت ہوتی ہے۔شاعر دوستوں سے التجا کرتے ہیں کہ اُس مسیحا کی باتیں کرو کیونکہ میرے لیے میرا محبوب بھی حضرت عیسیٰؑ کیطرح ہے جس کے دم کرنے سے میں تندرست ہو جاؤں گا اسی لیے محبوب کی باتیں کرو تا کہ مجھے نئی زندگی مل جائے۔

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی　　میرے دکھ کی دوا کرے کوئی